فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ (القرآن)

محدث

مدیر: حافظ عبدالرحمٰن مدنی

مدرسہ رحمانیہ (رجسٹرڈ) گارڈن ٹاؤن ○ لاہور (۱۶)

ماہنامہ محدث لاہور

ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارُف

مُدیرِ اعلیٰ: حافظ عبدالرحمٰن مدنی **مُدیر:** ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ہی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے - جس کا نام محدث تھا- کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیمِ ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین ودانشور حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ نے اس کا اِجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ ۱۹۷۰ء سے اب تک کامیابی وکامرانی سے شائع ہورہا ہے، وللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحبِ علم وفضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور ملحدانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: ۲۰روپے **زرِ سالانہ:** ۲۰۰روپے **بیرون ملک:** ۲۰ڈالر

بذریعہ منی آرڈر/بینک ڈرافٹ ۲۰۰روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی وتحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔ **ایڈریس:** ماہنامہ محدث، ۹۹جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۵۴۷۰۰

فون نمبر: 35866476 / 042 - 3586639 **موبائل:** 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.kitabosunnat.com __ www.mohaddis.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com

اجرائے مُحدث کے مقاصد

- عناد اور تعصّب قوم کیلئے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں!
لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

- علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!
لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

- غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے!
لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سر انجام نہ دینا حمیت دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

- تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالح دینیہ کے خلاف ہے!
لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین و مسائل اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

- آئین و سیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے!
لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

- جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے!
لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

magazine.mohaddis.com

ملّتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلّہ

ماہنامہ محدث لاہور

(فون) صدر دفتر: ۸۰۵۵۰ | ذیلی دفتر: ۵۴۸۷۳

جلد ۲	ذوالحجہ ۱۳۹۱ھ فروری ۱۹۷۲	عدد ۲

مدیر: حافظ عبدالرحمٰن مدنی

معاونین: عبدالسلام مدنی، عبدالغفار اثر

مجلس التحریر

حافظ ثناء اللہ خاں، بی اے (آنرز) ایم اے (عربی، اسلامیات)
چودھری عبدالحفیظ، ایم۔اے (عربی، اسلامیات)
حافظ سیف الرحمٰن، بی۔اے، فاضل عربی (او۔ٹی)
مولانا عزیز زبیدی — مولانا عبدالرحمٰن عاجز مالیر کوٹلوی

مجلس التحقیق الاسلامی

ناشر: حافظ عبدالرحمٰن مدنی — طابع: چودھری رشید احمد — مطبع: مکتبہ جدید پریس، ۴۔ شارع فاطمہ جناح، لاہور

زرِ سالانہ: دس روپے — فی قطعہ: ۹۰ پیسے

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

فہرست مضامین

۱ر	فکر و نظر	اداریہ	حضرت شاہ نعمت اللہ صاحبؒ کی پیشگوئیوں کی حقیقت ۳
۲ر	ارباب تعلیم اور اصحاب مدارس کیلئے لمحۂ فکریہ	(ادارہ)	۷
۳ر	ذی الحجہ	نواب صدیق حسن خاں رح	۸
۴ر	قربانی کے احکام و مسائل	حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رح	۹
۵ر	قربانی اور منکرین حدیث	جماعت المسلمین کراچی	۲۳
۶ر	تعمیر انسانیت	جناب محمود احمد صاحب	۲۷
۷ر	قوم نوح ع	مولانا عزیز زبیدی	۳۱
۸ر	مدینہ منورہ	(نظم) عبدالرحمٰن عاجز	۳۹
۹ر	چند عام کاروباری بیماریاں	ادارہ	۴۰
۱۰ر	محدث معاصرین کی نظر میں	ادارہ	۴۳

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

فکر و نظر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت شاہ نعمت اللہ صاحبؒ سے منسوب پیش گوئیوں کی حقیقت

سقوطِ مشرقی پاکستان اور جنگ بندی کے اعلان کے بعد عوام میں حضرت شاہ نعمت اللہ صاحبؒ بخاری کی طرف منسوب فارسی زبان میں پیش گوئیوں کا بہت چرچا ہوا۔ مختلف جرائد و رسائل اور ملک کے مشہور روزناموں نے ان کو باترجمہ شائع کیا اور بازاروں میں بھی ان پیش گوئیوں کے پمفلٹ ہاتھوں ہاتھ بکے۔ اس طرح سے تاجروں نے خوب فائدہ اٹھایا ——— ان پیش گوئیوں کے ساتھ ہی اس صیغۂ کشف یا خواب کی توجیہ و تعبیر کا دروازہ بھی کھلا اور کچھ لوگوں نے جہاں سنداً و روایتاً ان کی ثقاہت کی ضرورت محسوس کی وہاں بہت سے لوگ انہیں اخبارِ غیبی قرار دیتے ہوئے ان سے ماضی کی تطبیق اور مستقبل کے نقشے بھی وضع کرتے رہے۔

ہمارے نزدیک بزرگوں سے منسوب کرامات اور پیش گوئیوں میں پہلی چیز روایتاً و درایتاً ان کا ثابت شدہ ہونا ہے جس کے بعد ہی کسی توجیہ و تاویل کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ چنانچہ حال ہی میں ہفت روزہ "چٹان" لاہور نے اپنی اشاعت مورخہ ۱۰ر جنوری ۷۲ء میں جناب احسان قریشی صاحب صابری کا ایک مضمون بعنوان "حقیقتِ حال کیا ہے؟" شائع کیا ہے جس کو ہم بشکریہ "چٹان" قارئینِ "محدث" کی خدمت میں بلا تبصرہ پیش کر رہے ہیں۔

ہم اس سے قبل روزنامہ "مشرق" لاہور کا ۲۱ر دسمبر ۷۱ء کا وہ اداریہ نوٹ بھی ہدیۂ قارئین کرتے ہیں جو روزنامہ "مشرق" نے ان پیش گوئیوں کے شروع میں دیا ہے جس میں شاہ صاحب کے آباء و اجداد کے ہندوستان میں آنے کا ذکر ہے جبکہ شاہ صاحب کے مشہور دیوان کے شروع میں ان کی سوانح عمری کے تذکرہ میں ان کی ہند میں آنے کی نفی ہے اور لکھا ہے کہ ان کے پوتے میر نور اللہ دکن آئے تھے وغیرہ وغیرہ۔ جیسا کہ "چٹان" کے مضمون نگار نے ذکر کیا ہے۔

شاہ صاحب کی زندگی کے واقعات کے اس متضاد ذکر سے جو اضطراب پیدا ہوا ہے اس سے ان پیشگوئیوں کی اصلیت اور بھی مشکوک ہو جاتی ہے۔ ——— (ادارہ)

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

حضرت شاہ نعمت اللہؒ کی پیش گوئیاں (روزنامہ "مشرق" لاہور)

"حضرت شاہ نعمت اللہ ولی مشہور صوفی اور درویش منش انسان تھے۔ ان کا اصل وطن بخارا تھا جہاں سے ان کے آباء و اجداد ہجرت کر کے سلطان محمد غوری کے عہد میں برصغیر پاک و ہند چلے آئے اور ہانسی میں سکونت اختیار کی۔ شاہ صاحب کے دادا سید مشرف نے مغل بادشاہ ہمایوں کے عہد میں منصبِ قضا قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ شاہ صاحب سنِ شعور کو پہنچے تھے کہ ان کے والد سید عطاء اللہ وفات پا گئے۔ شاہ صاحب نے مغل بادشاہ جہانگیر یا شاہ جہاں کے عہد میں وفات پائی۔ نواب خان خانان، خان جہاں لودھی اور مہابت خاں کو ان سے بڑی عقیدت تھی اور وہ اکثر ان کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوتے تھے۔

شاہ نعمت اللہ نے آنے والے انقلاباتِ زمانہ پر تقریباً دو ہزار اشعار فارسی زبان میں لکھے جو حرف بحرف پورے ہوتے چلے گئے۔ عہدِ برطانیہ کے متعلق انہوں نے اپنے قصیدہ میں فرمایا تھا کہ نصاریٰ کی حکومت سو برس سے زیادہ عرصہ قائم نہ رہ سکے گی جس سے گھبرا کر لارڈ کرزن نے ان کے قصیدہ کی اشاعت پر پابندی لگا دی۔ جنگِ عظیم کے آغاز کے بعد پھر اس کی اشاعت ممنوع قرار دی گئی۔ ان کے قصیدہ کی اشاعت پر پابندی کے باوجود ان کے الہامی اشعار لوگوں کے دلوں میں محفوظ رہے۔ ذیل میں ان کے قصیدے کے وہ چند اشعار پیش کیے جاتے ہیں جو عام طور پر تذکروں اور کتابوں میں محفوظ ہیں۔"

> روزنامہ "مشرق" میں اس نوٹ کے بعد تقریباً دو صد اشعار میں ان پیش گوئیوں کا ذکر ہے اور ہر شعر کے بعد اس کا (اردو) ترجمہ دیا گیا ہے جن کے مستند نہ ہونے کی بنا پر ان کا اندراج غیر اہم ہے (ادارہ)

حقیقتِ حال کیا ہے؟ (ہفت روزہ "چٹان" لاہور)

"تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بھی مسلمانوں پر ابتلاء اور مصائب کا کوئی دور آیا تو کسی نہ کسی اہلِ قلم نے شاہ نعمت اللہ ولیؒ کا قصیدہ ترمیم کے ساتھ شائع کر دیا تاکہ انہیں تسلی اور تشفی ہو۔ بجائے اس کے کہ ہم زوال اور نکبت کے اصل اسباب قرآن و سنت کی روشنی میں تلاش کریں، اور اپنا اور اپنی قوم کا انفرادی اور اجتماعی جائزہ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

لیں اور ان اسباب کا ازالہ کریں۔ نیز اپنی عملی قوتوں کو بروئے کار لاکر نامساعد حالات کا مردانہ وار مقابلہ کریں۔ ہمیں اس کی معرفت اور ان پیش گوئیوں کے پیش منظر خوش آئند توقعات قائم کرنا پڑتی ہیں۔

سب سے پہلے یہ قصیدہ ۱۸۵۷ء کے ابتلاء کے بعد شائع ہوا تھا۔ دوسری بار چند ترامیم کے ساتھ پہلی جنگ عظیم ختم ہونے کے بعد کسی صاحب نے شائع کر دیا۔ جس میں سلطان ترکی کی یلغار اور خلافت عثمانیہ کی نشاۃ ثانیہ کے متعلق پیشین گوئیاں موجود تھیں۔ تیسری بار یہ قصیدہ ۱۹۴۸ء میں شائع ہوا تھا۔ جب بھارت نے حیدرآباد دکن پر حملہ کیا تھا اس میں چند ایسے اشعار بھی درج تھے، جن سے ظاہر ہوتا تھا، کہ سلطنت آصفیہ کا جھنڈا لال قلعہ دہلی پر عنقریب لہرائے گا۔ چوتھی بار یہ قصیدہ اب موجودہ دور ابتلاء میں شائع ہوا ہے تاکہ ہم اپنی کوتاہیوں بداعمالیوں اور سہل کوششوں کا جائزہ لیے بغیر پیشین گوئیوں کے سہارے خوش آئند توقعات قائم کرتے رہیں اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں، حالانکہ ہمارے ابتلاء کے اسباب خود ہمارے پیدا کردہ ہیں۔ حق تعالیٰ نے ہمیں ۱۹۴۷ء میں ایک وسیع و عریض ملک اپنے فضل و کرم سے بطور انعام عطا کیا تھا۔ قرآن حکیم کی آیات کے مطابق عادت الٰہی یہ رہی ہے کہ انعام کا شکر ادا کیا جائے تو نعمت میں زیادتی ہوتی رہتی ہے اور اگر ناشکری کی جائے اور مسلمان بداعمالیوں میں مبتلا ہو جائیں تو حق تعالیٰ ناراض ہو کر تھوڑی بہت سزا ہمیں دے دیتا ہے ہمارے لیے اس انعام کے شکر کی صورت یہی تھی کہ ہم اپنی زندگیاں منشاء الٰہی کے مطابق ڈھالتے۔ اپنا نظام سلطنت اس فرمان کے مطابق بناتے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی روایات قائم کرتے۔ اس کے بجائے ہم نے جو کچھ کیا وہ ہم سب کے سامنے ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا انعام کسی قوم سے اس وقت تک واپس نہیں لیتا جب تک وہ قوم خود اس کا استحقاق نہ گنوا دے۔ جو کچھ ہم نے بویا ہے وہی ہم کاٹ رہے ہیں۔

شاہ نعمت اللہ ولیؒ کا نام گرامی نورالدین سید شاہ نعمت اللہ ولیؒ ہے ان کا دیوان برٹش میوزیم لندن رائل ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری لندن اور پبلک لائبریری پٹنہ میں موجود ہے۔ ہجری ۱۲۷۶ھ میں طہران (ایران) کے ایک بک سیلر نے بھی یہ دیوان جو تمام کا تمام فارسی زبان میں ہے، شائع کیا تھا۔ یہ قصیدہ جو اب اخبارات میں شائع ہوا ہے اس دیوان میں کہیں موجود نہیں ہے۔ نیز شاہ صاحب کے حالات زندگی عام فارسی تذکروں مثلاً مجمع الفصحاء، مرآۃ الاسرار، ریاض الشعراء، تذکرہ دولت شاہ سمرقندی، اخبار الاخیار،

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

خزینۃ الاصفیاء مرتبہ مفتی غلام سرور لاہوری، تذکرۃ الکرام اور تاریخ فرشتہ میں پائے جاتے ہیں۔ برٹش میوزیم لندن میں جو نسخہ دیوانِ شاہ نعمت اللہ ولیؒ ہے وہ ۱۹۲۹ء میں پٹنہ کے کسی پریس کا شائع شدہ ہے۔ نیز طہران، (ایران) والا نسخہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن کی لائبریری میں محفوظ ہے۔ (۱۲۷۶ھ) اس دیوان میں مناقب شاہ نعمت اللہ ولی کے عنوان سے شاہ صاحب کی مختصر سی سوانح عمری بھی درج ہے۔ اس کے مطابق شاہ نعمت اللہ ولیؒ کبھی برصغیر پاک و ہند میں تشریف نہیں لائے اور نہ ہی ان کا مزار بھارت یا پاکستان میں کہیں موجود ہے۔ البتہ ان کی اولاد سلطان احمد شاہ بہمنی کی دعوت پر ہند میں آگئی تھی۔

شاہ نعمت اللہ ولیؒ ۷۳۰ھ میں حلب میں پیدا ہوئے، عراق میں نشو و نما پائی۔ ۲۴ سال کی عمر میں مکہ معظمہ گئے یہاں سات سال قیام پذیر رہے اور شیخ عبداللہ یافعیؒ (متوفی ۷۶۸ ہجری) کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر تصوف اور سلوک کی راہ طے کی اور ان کے مجاز بیعت (خلیفہ) مقرر ہوئے۔ اس کے بعد شاہ صاحب سمرقند ہرات اور یزد میں مقیم رہے اور ہر جگہ ان سے بڑی تعداد میں افراد بیعت ہوئے، آخر قصبہ ماہان میں جو کرمان سے ۸ میل دور ہے، مستقل سکونت اختیار کی اور اپنی زندگی کے آخری ۲۵ سال وہیں بسر کیے اور ۸۳۴ھ میں ۱۰۴ برس کی عمر میں وفات پائی۔

شاہ صاحب خود کبھی برصغیر میں تشریف نہیں لائے۔ البتہ ان کے کشف و کرامات کی شہرت دور دراز تک پھیلی۔ جس سے وہ مختلف سلاطین کے حلقہ میں بڑے احترام اور عقیدت سے دیکھے جاتے تھے۔ انہی سلاطین میں دہلی کا حکمران احمد شاہ بہمنی بھی تھا۔ اسی کی درخواست پر شاہ صاحب کے پوتے میر نوراللہ دکن آئے۔ سلطان نے مخدوم کی حیثیت سے بڑی عزت و تکریم کی۔ شاہ نعمت اللہ ولیؒ کا اصل قصیدہ اس شعر سے شروع ہوتا ہے ؎

قدرت کردگار می بینم   حالتِ روزگار می بینم

اور وہ قصیدہ جو اخبارات میں شائع ہوا ہے۔ اس کا اصل قصیدہ سے کوئی تعلق نہیں۔ موجودہ قصیدے کے فرضی ہونے کی داخلی شہادتیں خود اس قصیدہ میں موجود ہیں جو کہ شاہ صاحب کے زمانے میں موجود نہیں تھے۔ مثلاً جاپان کا ذکر بار بار اس قصیدے میں آیا ہے حالانکہ اس ملک کا نام "جاپان" ۱۲۹۵ء میں پڑا

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اس سے پہلے (شاہ صاحب کے وقت میں) اس ملک کا نام "چی نیکو" تھا۔ البتہ سرورِ کائنات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پاک و ہند جنگ کے متعلق ذکر فرمایا ہے (نسائی شریف کتاب الجہاد۔ باب غزوۃ الہند۔ جلد نمبر ۲ صفحہ ۶۳ مطبوعہ مصر)

"حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسولِ مقبولؐ نے فرمایا کہ میری امت کے دو گروہوں کو حق تعالیٰ خاص طور پر جہنم کی آگ سے بچائیں گے۔ ایک گروہ جو ہندوستان سے جنگ کرے گا اور دوسرا گروہ جو اس کے بعد آئے گا اور حضرت عیسٰے ابن مریم علیہ السلام کا ساتھ دے گا"

رسولِ مقبولؐ کے اس فرمان کے مطابق فتح آخر میں ہماری ہوگی۔ کیوں کہ ان دونوں کے لیے آگ سے برأت اور فتح کی بشارت موجود ہے۔"

اربابِ تعلیم اور اصحابِ مدارس کے لیے لمحہ فکریہ!

اربابِ بصیرت اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ ہمارے ملک میں لادینی تعلیم اور مادہ پرستانہ رجحانات نے تعلیم و سیاست سے اسلام کو الگ رکھ کر جس طرح نظریہ پاکستان کو عملی شکل دینے سے پہلوتہی کی پالیسی اختیار کر رکھی تھی۔ اس نے پاکستان کی بنیادیں کھوکھلی کر دی ہیں اور آج نہ صرف یہ کہ ہم مشرقی پاکستان کھو بیٹھے ہیں، بلکہ پورے پاکستان میں لادینی و علیحدگی پسندانہ تحریکیں دروں پر ہیں جس کا واحد حل ملک میں اسلامی نظام کا عملاً نفاذ اور اسلامی تعلیم کا دور دورہ ہے بلاشبہ اسوقت ملک میں اگر اسلام کا کچھ نام باقی ہے تو یہ دینی مدارس کا رہین منت ہے لیکن اگر دینی مدارس نے عصری تقاضوں کو نظرانداز کرتے ہوئے اپنے نصابِ تعلیم اور طریقہ تعلیم کو زمانہ حال کی ضرورتوں سے ہم آہنگ کرنے کی کوششیں نہ کیں تو معاشرہ کی نگاہ میں وہ اپنی رہی سہی ہیبت بھی کھو بیٹھیں گے جس کا نتیجہ ملک و ملت کی تباہی ہوگا۔

اس وقت جبکہ ملک میں نئی تعلیمی پالیسی تیار کی جا رہی ہے اور دینی مدارس میں بھی نئے سال کی ابتداء ہے اصحاب مدارس اور ماہرین تعلیم کو دینی مدارس کو مفید تر بنانے اور ان کے روشن مستقبل کے لیے باہمی مل بیٹھنے کا انتظام کرنا چاہیئے تاکہ باہمی تبادلہ خیالات سے اصلاحی طریقہ ہائے کار اختیار کیے جا سکیں اسوقت ملک کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ علماء کی ایک کھیپ تیار کی جائے جو کتاب و سنت کی تعلیمات کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق پیش کر کے اسلام کو مکمل ضابطہ حیات کے طور پر ملک میں رائج کر سکیں۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

جناب نواب صدیق حسن خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ذی الحجہ

یہ مہینہ فریضۂ حج کی ادائیگی کا ہے۔ عشرہ ذی الحجہ کے فضائل احادیث میں مرقوم ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث بیان کی ہے:۔

مَا مِنْ اَیَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِیْھِنَّ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ ھٰذِہِ الْاَیَّامِ الْعَشْرِ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَلَا الْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَالَ وَلَا الْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِہٖ وَمَالِہٖ فَلَمْ یَرْجِعْ مِنْ ذٰلِکَ شَیْءٌ (اخرجہ البخاری)

اللہ تعالیٰ کے ہاں ان دس دنوں میں کیے گئے اعمال صالحہ جس قدر پسندیدہ ہیں۔ دیگر دنوں میں نہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی (دوسرے دنوں میں) اتنا پسندیدہ نہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا ہاں! بجز اس شخص کے جو اللہ کی راہ میں اپنے نفس اور مال کے ساتھ نکلا پھر سب کچھ اس کی راہ میں قربان کر دیا۔

اسی طرح اس عشرہ کے روزہ کی فضیلت اور مستحب ہونے کا ذکر احادیث میں بیان ہوا ہے۔ اس سے مراد نو دن کے روزے ہیں۔ ان میں سے زیادہ تاکید یوم عرفہ کے روزے کی ہے لیکن یہ روزہ حاجی کے لیے نہیں بلکہ اس شخص کے لیے ہے جو مقیم ہے۔ یہ روزہ دو سال (ایک گزشتہ اور ایک آئندہ) کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔

اس مہینہ میں قربانی ہوتی ہے اور ایام تشریق میں تکبیریں کہی جاتی ہیں۔ اس ماہ میں خدا کو سب سے زیادہ پسندیدہ چیز قربانی ہے۔ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے قبل ہی خدا اسے قبول فرما لیتا ہے، بشرطیکہ مالِ حلال سے ہو۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

از افادات حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

قربانی کے احکام و مسائل

○

قربانی کے متعلق علماء کا اختلاف ہے کہ یہ واجب ہے یا سنت؛ لیکن احادیث سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مدینہ منورہ رہے قربانی کرتے رہے اور دوسرے مسلمان بھی قربانی کرتے رہے کسی حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آپ نے قربانی کے لیے وجوباً حکم دیا ہو۔ چنانچہ عبداللہ بن عمرؓ سے کسی نے دریافت کیا کہ کیا قربانی واجب ہے؟ آپ نے جواب دیا:

"ضَحّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُوْنَ"

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی دی اور مسلمان بھی قربانی دیا کرتے تھے۔

سائل نے جواب ناکافی سمجھ کر (وجوب وغیرہ کا لفظ نہ دیکھ کر) دوبارہ وہی سوال کیا۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا "تم سمجھتے نہیں؟ میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ حضورؐ نے بھی قربانی دی اور عام مسلمان بھی قربانی دیا کرتے تھے" مقصد عبداللہ بن عمرؓ کا یہ تھا کہ کوئی حدیث ایسی نہیں، جس میں حکم دیا ہو۔ صرف آپؐ کا عمل ثابت ہے کہ آپؐ نے ہمیشہ قربانی دی۔ چنانچہ دوسری روایت میں فرماتے ہیں:

اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِیْنَۃِ عَشْرَ سِنِیْنَ یُضَحِّیْ (ترمذی)

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں دس سال رہے اور ہمیشہ قربانی دیتے رہے۔

امام ترمذیؒ ابن عمرؓ کا قولِ اول نقل کرکے فرماتے ہیں:

وَالْعَمَلُ عَلٰی ھٰذَا عِنْدَ اَھْلِ الْعِلْمِ اَنَّ الْاُضْحِیَّۃَ لَیْسَتْ بِوَاجِبَۃٍ وَلٰکِنَّھَا سُنَّۃٌ مِّنْ سُنَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کہ اس پر اہل علم کا عمل ہے کہ قربانی واجب تو نہیں لیکن یہ نبی کریمؐ کی سنت ہے۔

ابن ماجہ کی ایک حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ قربانی واجب ہے کیونکہ اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

"یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ عَلٰی کُلِّ اَهْلِ بَیْتٍ فِیْ کُلِّ عَامٍ اُضْحِیَةً (لوگو ہر گھر پر ہر سال میں ایک قربانی)"

لیکن اس حدیث کے راویوں میں "عامر ابو رملہ" مجہول راوی ہے اور اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تو اس سے مراد یہ ہو گی کہ ہر گھر کی طرف سے ایک قربانی کافی ہو گی، نہ یہ کہ ہر شخص کی طرف سے ایک قربانی۔ اس کی تائید ابو ایوب انصاریؓ کی روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ عطا بن یسار نے حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے دریافت کیا کہ آپ کے زمانہ میں قربانی کس طرح دی جاتی تھی؟ انہوں نے کہا کہ ایک شخص اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری کی قربانی دیتا، وہ خود بھی کھاتے اور دوسروں کو بھی کھلاتے تا آنکہ لوگوں نے اس میں فخر و ریا شروع کر دی یعنی کثرت سے قربانی دینے لگ گئے۔ یہی قول امام احمدؒ، اسحاقؒ اور امام شافعیؒ کا ہے

امام شافعیؒ نے اس حدیث (اِذَا دَخَلَتِ الْعَشْرُ فَاَرَادَ اَحَدُکُمْ اَنْ یُّضَحِّیَ) سے بھی استدلال کیا ہے کہ قربانی واجب نہیں کیونکہ اس میں قربانی کو ارادے پر معلق کیا ہے اور وجوب ارادہ کے منافی ہوتا ہے۔

اسی طرح ابن ماجہ کی دوسری حدیث (جس میں عبد اللہ بن عیاش منکر الحدیث راوی ہے) بھی قابل استدلال نہیں۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

"مَنْ کَانَ لَهٗ سَعَةٌ وَلَمْ یُضَحِّ فَلَا یَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا"

کہ جس کو گنجائش ہو اور پھر قربانی نہ دے وہ ہماری عید گاہ میں نہ آئے

عبد اللہ بن عیاش کو ابو داؤد اور نسائی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ منکر الحدیث اور غلط روایت کرنے والا ہے جیسا کہ علامہ سندھیؒ نے حاشیہ ابن ماجہ میں اور حافظ صاحب نے تقریب التہذیب میں لکھا ہے۔

امام مسلمؒ نے اس سے روایت متابعات اور شواہد میں کی ہے۔ اس لیے اس سے توثیق نہیں ہو سکتی، حافظ صاحبؒ نے فتح الباری میں اس روایت کے متعلق یہ بھی لکھا ہے کہ اکثر ائمہ حدیث کے نزدیک یہ مرفوع ثابت نہیں بلکہ موقوف ہے اور صحابہ سے مختلف آثار اس مسئلہ میں مروی ہیں اور ابو بکرؓ، عمرؓ، ابو مسعودؓ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

انصاری اور عبداللہ بن عباسؓ سے بھی منقول ہے کہ قربانی سنت ہے۔ اس لیے اکثر محدثین کا اس مسئلہ میں یہی فتوے ہے کہ قربانی سنتِ مؤکدہ ہے۔ کیونکہ آپ نے ہمیشہ قربانی دی۔

قربانی کی فضیلت

اس عمل کی محبوبیت اور فضیلت کا ذکر کرتے وقت آپ نے یہ فرمایا:

"مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ"

قربانی کے دن کوئی عمل، اللہ کے نزدیک خون گرانے سے زیادہ محبوب نہیں۔

اور جیسا کہ عام طور پر زبان زدِ عام ہے کہ قیامت کے دن پل صراط پر قربانی کے جانور سواری کا کام دیں گے اس لیے قربانی کے جانور خوب موٹے تازے ہونے چاہییں، بالکل غلط ہے۔ اس کا کسی حدیث سے ثبوت نہیں مل سکتا۔ حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص میں اس مضمون کی ایک حدیث ذکر کرکے بحوالہ ابن صلاح لکھا ہے کہ یہ حدیث جہاں تک ہمیں علم ہے ثابت نہیں اور اس کا کوئی اصل نہیں۔

بہترین قربانی

اس میں شک نہیں کہ موٹی تازی اور عمدہ قربانی کو آپ پسند کرتے جیسا کہ حافظ نے تلخیص میں یہ مرفوع حدیث نقل کی ہے:

أَحَبُّ الضَّحَايَا إِلَى اللهِ أَعْلَاهَا وَأَسْمَنُهَا ——————

خدا کو سب سے زیادہ محبوب قربانی موٹی تازہ اور بلند قامت یا عمدہ قسم کی ہے۔

اور بعض علماء نے تو آیت وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللهِ کی تفسیر میں یہ بھی لکھا ہے کہ قربانی موٹی اور عمدہ ہو۔ امام بخاریؒ نے بھی "البدن" کی تفسیر میں ایسا ہی ایک قولِ مجاہد نقل کیا ہے۔ ایک حدیث ترمذی ابو داؤد میں بھی ہے کہ:

خَيْرُ الْأُضْحِيَةِ الْكَبْشُ —— بہترین قربانی دنبہ ہے۔

یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن آپ کا عمل یہی رہا جیسا کہ اکثر سنن نے حضرت انسؓ کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ:

"ضَحَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ ذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ"

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

وَ سَمّٰی وَ کَبَّرَ ——— (آپؐ نے دو دنبوں کی قربانی کی جو دو سینگ والے اور چتکبرے تھے۔ دونوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور بسم اللہ اللہ اکبر پڑھا)

اور حضرت علیؓ سے ترمذی میں یہ روایت بھی ہے کہ آپؐ ہمیشہ دو دنبوں کی قربانی کرتے تھے، ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور ایک اپنے لیے۔ کسی کے سوال کے جواب میں آپ نے کہا مجھ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے، میں اس کو کبھی بھی نہیں چھوڑ سکتا۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے جس جانور کی قربانی دی تھی وہ دنبہ ہی تھا۔ اس لیے اکثر علماء نے کہا ہے کہ بہترین قربانی دنبہ ہے۔

قربانی کے جانور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی، عقیقہ ہمیشہ انہی آٹھ قسم کے جانوروں میں سے کیا جن کی تفصیل سورۂ انعام میں موجود ہے۔ حافظ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں حضرت علیؓ کا یہ استنباط پیش کیا ہے جو انہوں نے مندرجہ ذیل آیات سے کیا ہے۔ سورۂ حج میں ایک جگہ فرمایا ہے۔

"وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ"

کہ امت کے لیے ہم نے قربانی قرار دی ہے تاکہ خدا نے جو ان کو مویشی (چارپائے) دے رکھے ہیں، قربانی کرتے وقت ان پر خدا کا نام لیں۔

اس آیت سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کے جانوروں کے لیے "بھیمۃ الانعام" بولا گیا ہے۔ اسی طرح اس سے پہلے سورۂ حج کے رکوع میں فرمایا۔

"عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ"

کہ خدا کا نام لیں ان چار پاؤں مویشیوں پر جو خدا نے ان کو دے رکھے ہیں۔ لوگو! قربانی کے گوشت سے خود بھی کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاجوں کو بھی کھلاؤ۔

اس آیت سے بکمال وضوح یہ ثابت ہوا کہ قربانی کے جانور وہی ہیں جن کے لیے قرآن میں "بَهِيمَةُ الْأَنْعَام" لفظ بولا جاتا ہے ———

اب قرآن مجید ہی سے اس لفظ کی تشریح تلاش کرتے ہیں تو سورۂ انعام رکوع ۱۷ سے اسکی تشریح یہ معلوم ہوتی ہے

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

"وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ" (وقال) "ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ مِّنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ" (وقال) "وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ"

خدا نے یہ چارپائے نر و مادہ آٹھ قسم کے پیدا کیے ہیں۔ (بعض اونٹ کی طرح) بوجھ اٹھانے والے اور (بھیڑ بکری کی طرح) زمین سے لگے ہوئے۔ لوگو! خدا نے تمہیں جو روزی دی ہے اس میں سے بے تامل کھاؤ۔ پھر فرمایا خدا نے یہ چارپائے آٹھ قسم کے پیدا کیے ہیں اور بھیڑوں میں سے نر اور مادہ دو بکریوں میں سے نر اور مادہ، پھر فرمایا دو اونٹوں میں سے نر اور مادہ۔ دو گائے کی قسم میں سے نر مادہ ——————

لفظ "بهيمة الانعام" کی اس قرآنی تشریح کے بعد یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ قربانی انہی آٹھ قسم کے جانوروں سے دینی چاہیے۔ حضرت علیؓ کے اس استنباط اور اسی تفسیر کی بنا پر حافظ ابن قیمؒ (زاد المعاد) اور دوسرے محدثین نے یہ لکھا ہے کہ :——————

"وهي مختصة بالازواج الثمانية المذكورة في الانعام"

کہ قربانی وغیرہ انہی آٹھ قسم کے جانوروں کے ساتھ مخصوص ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی ثابت ہے کہ آپ نے اونٹ، گائے، بکری، دنبہ کی قربانی دی ہے گائے کی قربانی اپنے ازواجِ مطہرات کی طرف سے دی تھی اور اونٹ بکری اور دنبہ کی قربانی آپ نے اپنی طرف سے مختلف اوقات میں کی۔ صحابۂ کرامؓ سے بھی انہی جانوروں کی قربانی ثابت ہے۔

قربانی میں شرکت

متعدد حضرات اگر مشترکہ طور پر قربانی دینا چاہیں تو یہ جائز ہے اور متعدد صحیح احادیث سے ثابت ہے لیکن یہ مسئلہ کسی قدر تشریح طلب ہے۔ گائے اور اونٹ کے متعلق تو صریح احادیث سے ثابت ہے کہ متعدد اشخاص کی طرف سے قربانی دی جا سکتی ہے۔ ایک گائے میں سات شامل ہو سکتے ہیں اور اسی طرح اونٹ میں بھی۔ لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اونٹ میں دس شامل ہو سکتے ہیں۔

امام ترمذیؒ نے اونٹ کے متعلق دونوں حدیثیں ذکر کی ہیں۔ لیکن سات والی کو ترجیح دی ہے ——

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ایک روایت ابن عباسؓ کی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ عید قرباں دوران سفر ہی میں آگئی تو ہم گائے میں سات اور اونٹ میں دس آدمی شریک ہو گئے۔ اس کو ترمذی نے حسن غریب یعنی نادر سند کی حدیث کہا ہے۔ دوسری حدیث جابرؓ کی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ میں اونٹ اور گائے کی سات آدمیوں کی طرف سے قربانی دی۔ اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے حسن اور صحیح کہا یعنی اعلیٰ پائے کی حدیث ہے اس حدیث کی تائید اور بھی بہت سی احادیث سے ہوتی ہے۔ مثلاً مسلم میں ہے:۔

"اِشْتَرَكْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ كُلُّ سَبْعَةٍ مِنَّا فِي بَدَنَةٍ فَقَالَ رَجُلٌ لِجَابِرٍ اَيُشْتَرَكُ فِي الْبَقَرِ مَا يُشْتَرَكُ فِي الْجَزُوْرِ فَقَالَ مَا هِيَ اِلَّا مِنَ الْبُدْنِ"

کہ حج کے موقع پر ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور ہم فی اونٹ سات آدمی شامل ہوئے ایک شخص نے جابرؓ سے دریافت کیا، کیا گائے میں بھی سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں؟ تو جابرؓ نے کہا کہ گائے بھی اسی کے حکم میں ہے۔

تو صحیح یہی ہے کہ گائے اور اونٹ میں سات سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں اور یہی مسلک جمہور محدثین کا ہے امام ترمذی نے بھی یہی لکھا ہے کہ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کا بالعموم اور ائمہ دین مثلاً سفیان الثوریؒ، ابن المبارکؒ شافعیؒ، احمدؒ اور اسحاقؒ کا اسی پر عمل رہا اور اسی کی تائید مسلم شریف کی روایات سے ہوتی ہے۔

بکری کی قربانی میں ایک سے زائد شریک ہو سکتے ہیں یا ایک سے زیادہ کی طرف سے بکری کی قربانی دی جا سکتی ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں حنفیہ اور محدثین کا اختلاف ہے۔ حنفیہ کے نزدیک بکری صرف ایک ہی شخص کی طرف سے قربانی کی جا سکتی ہے جس کے لیے حضرت عائشہؓ کی حدیث بہترین دلیل ہو سکتی ہے۔

ابو داؤد میں ہے کہ آپ نے ایک دنبہ ذبح کیا اور لٹاتے ہوئے یہ کہا:۔

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ یا اللہ تو اس کو محمدؐ اور آل محمدؐ کی طرف سے قبول فرما

اور حافظ زیلعی نے نصب الرایہ میں مستدرک حاکم سے ایک روایت نقل کی ہے کہ:۔

"كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُضَحِّيْ بِالشَّاةِ الْوَاحِدَةِ عَنْ جَمِيْعِ اَهْلِهٖ"

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بکری کی تمام گھر والوں کی طرف سے قربانی کرتے۔

اور دوسری روایت ابن ابی شیبہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دنبے ذبح کیے۔

"فَقَالَ عِنْدَ الْاَوَّلِ عَنْ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّعِنْدَ الثَّانِیْ عَمَّنْ اٰمَنَ بِیْ فَصَدَّقَنِیْ عَنْ اُمَّتِیْ"

پہلے پر آپؐ نے کہا یہ محمدؐ اور آلِ محمدؐ کی طرف سے ہے دوسرے پر کہا کہ یہ ہر اس شخص کی طرف سے ہے جو مجھ پر ایمان لایا اور میری تصدیق کی میری امت سے۔

مسند امام احمد میں ایک روایت ہے کہ ایک صحابی نے کہا کہ ہم سات آدمیوں کی ایک پارٹی تھی، ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم سب ایک ایک درہم ملا کر ایک بکری خرید لیں۔ چنانچہ اس طرح ہم نے سات درہم جمع کر کے ایک بکری خرید لی۔ پھر آپ کے فرمانے کے مطابق ایک شخص نے ایک پاؤں اور دوسرے شخص نے دوسرا پاؤں، ایک نے ایک ہاتھ اور دوسرے نے دوسرا ہاتھ، ایک نے ایک سینگ دوسرے نے دوسرا سینگ بکری کا پکڑ لیا اور ساتویں نے ذبح کیا اور ہم سب نے تکبیر پڑھی۔ اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

"اَبُو الْاَسْوَدِ الْاَسْلَمِیُّ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ كُنْتُ سَابِعَ سَبْعَةٍ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاَمَرَنَا نَجْمَعُ لِكُلِّ رَجُلٍ مِّنَّا دِرْهَمًا فَاشْتَرَيْنَا اُضْحِيَّةً بِسَبْعَةِ دَرَاهِمَ وَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَ رَجُلٌ بِرِجْلٍ اِلٰى قَوْلِهٖ وَذَبَحَهَا السَّابِعُ وَكَبَّرْنَا عَلَيْهَا جَمِيْعًا" ——— (مجمع الزوائد جلد ۴ ص ۲۱)

حافظ ابن قیمؒ نے بھی اعلام الموقعین کے آخر میں اس حدیث کو ذکر فرمایا اور لکھا ہے۔

"نزل هؤلاء النفر منزلة اهل البيت الواحد فى اجزاء الشاة عنهم لانهم كانوا رفقة واحدة"

اس جماعت کو آپ نے ایک گھر والوں کی طرح سمجھ کر فتویٰ دیا کہ ایک بکری ان سب کی طرف سے قربانی ہو سکتی ہے کیونکہ وہ سب رفیق اور ایک ساتھ رہنے والے ہیں۔

اور ایک حدیث ابو ایوب انصاری کی ہے کہ۔

"كَانَ الرَّجُلُ يُضَحِّيْ بِالشَّاةِ عَنْهُ وَعَنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ" ———

کہ ایک شخص اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے بکری قربانی کرتا۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ان روایات کے ذکر کرنے سے مطلب یہ ہے کہ طحاویؒ نے حنفیت کی حمایت کرتے ہوئے جو یہ فرمایا ہے کہ "یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصا تھا یا منسوخ ہو گیا ہے" کسی طرح بھی صحیح نہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور صحابہؓ نے بھی ایسا کیا اور ابو ایوب انصاری کی روایت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ دیر تک ایسا ہی ہوتا رہا کہ ایک شخص اپنے گھر والوں کی طرف سے اور اپنی طرف سے ایک قربانی کرتا حَتّٰی تَبَاهَى النَّاسُ۔ پھر ایک یہ وقت آیا کہ لوگوں نے اس میں فخر شروع کر دیا اور جب اور صحابہ سے بھی ثابت ہے اور آپ کے بعد بھی لوگ اس پر عمل کرتے رہے، پھر یہ کہنا کہ یہ خاصہ نبی کریمؐ کا ہے یا یہ منسوخ ہو چکا ہے کیونکر صحیح ہو سکتا ہے لیکن طحاویؒ بھی مجبور بلکہ معذور ہیں کیونکہ تقلید کی وجہ سے حمایتِ مذہب کی جو ذمہ داریاں ان پر عائد ہوتی ہیں ان کے ہوتے ہوئے وہ یہی کر سکتے ہیں اور اس قسم کے مریضِ عشق کی تڑپ اور بیقراری کا مظاہرہ ایسا ہی ہو سکتا ہے۔ پس کتنی ہی حدیثیں ہیں جن کو خاصۂ نبی کریم کہہ کر ٹال دیا جاتا ہے اور کتنی ہی حدیثیں ہیں جن کو خاصۂ نبی کہہ کر اپنے آپ کو بچا لیا جاتا ہے اور اس سلسلہ میں سب سے زیادہ پُرلطف وہی جگہ ہوتی ہے جہاں حدیث کے متعلق کہا جاتا ہے کہ منسوخ ہے، یہ بے چارگی اور سراسیمگی کا فی الحقیقت نہایت قابلِ رحم منظر ہوتا ہے۔ بہرحال اس مسئلہ میں صحیح اور مطابقِ حدیثِ نبوی اور تعاملِ صحابہ کے یہی ہے کہ ایک بکری کی قربانی تمام گھر والوں کی طرف سے کافی ہے سو وہ چاہے کتنے ہی ہوں۔

قربانی میت کی طرف سے

حضرت علیؓ ہمیشہ دو دنبوں کی قربانی کیا کرتے تھے اور ایک سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْصَانِيْ اَنْ اُضَحِّيَ عَنْهُ فَاَنَا اُضَحِّيْ عَنْهُ (ترمذی، ابوداؤد)

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت کی کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کیا کروں سو اسی کی تعمیل میں قربانی کرتا ہوں۔

چونکہ اس حدیث میں بعض راویوں پر جرح ہے، اس لیے بعض ائمہ نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے۔ جیسا کہ عبداللہ بن مبارکؒ کا قول امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک قربانی تو میت کی طرف سے جائز نہیں لیکن صدقہ جائز ہے اور اگر قربانی کرے بھی تو خود اس میں سے کچھ نہ کھائے بلکہ سارے کا سارا صدقہ کر دے لیکن کسی حدیث سے ایسا ثابت نہیں۔ ترمذی کی حدیث میں اگرچہ ایک راوی پر جرح ہے لیکن یہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپؐ ایک قربانی تمام امت کی طرف سے دیتے جیسے کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں، تو امت میں زندہ اور مردہ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

سب شامل ہیں جو آپ کے سامنے فوت ہو چکے ہیں وہ بھی اور جو ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے وہ بھی اس میں شامل ہیں اور یہ حدیث مسلم، دارمی، ابوداؤد، ابن ماجہ، احمد اور حاکم وغیرہم سب نے روایت کی ہے اور متعدد صحابہ سے مروی ہے لیکن یہ کسی روایت سے ثابت نہیں ہوتا کہ جو قربانی آپ امت کی طرف سے دیتے وہ ساری کی ساری صدقہ کر دیتے تھے اور اس میں سے آپ یا آپ کے گھر والے کچھ نہیں کھاتے تھے۔ بلکہ مسند امام احمدؒ کے الفاظ تو بہت زیادہ واضح ہیں، اس میں تو یہ ہے:

يُطْعِمُ مِنْهُمَا جَمِيعًا الْمَسَاكِينَ وَيَأْكُلُ هُوَ وَأَهْلُهُ مِنْهَا (عن ابی رافع)

کہ آپ دونوں قربانیوں میں سے مساکین کو بھی کھلاتے اور آپ اور آپ کے گھر والے سب ان دونوں میں سے کھاتے ——————

اس لیے صحیح قول یہی ہے کہ میت کی طرف سے قربانی دی جا سکتی ہے اور اس میں سے کچھ صدقہ کرنا اور کچھ کھا لینا جائز ہے

قربانی کا بیچنا اور تبادلہ کرنا۔

قربانی کے لیے کسی جانور کو معین کرنے کے بعد اس کا فروخت کرنا یا ہبہ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت بنانے والے قصاب کو قربانی کا گوشت اجرت میں دینا منع فرمایا۔ تو جب قربانی کا گوشت اجرت میں دینا منع ہے تو اس کا فروخت کرنا بطریق اولیٰ منع ہوگا۔ اور مسند امام احمد میں ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ نے ایک نہایت عمدہ جانور بھیڑ بکری کی قسم سے مکہ مکرمہ قربانی کے لیے بھیجنے کا ارادہ کیا، اس کے بعد انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: ——————

فَقَالَ إِنِّي أَهْدَيْتُ نَجِيبًا فَأَبِيعُهَا وَأَشْتَرِي بِثَمَنِهَا بَدَنَةً قَالَ لَا انْحَرْهَا

کہ میں اس کو بیچ کر اس کی قیمت سے اونٹ خرید لوں؟ آپ نے فرمایا نہیں، اسی کو ذبح کر دو۔

تو معلوم ہوا کہ قربانی کا جانور ایک دفعہ معین کر لینے کے بعد فروخت کرنا جائز نہیں، اگرچہ اس فروخت کرنے سے اس کا مقصد اس سے بہتر جنس خرید کر قربانی کرنا ہی ہو کیونکہ جس جانور کو ایک دفعہ اللہ کے نام پر خرید لیا یا اللہ کے نام پر ذبح کرنے کا ارادہ کر لیا ہو۔ پھر اس نامزدگی سے اس کو محروم کرنا کسی حالت میں بھی جائز نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی تائید میں حضرت عائشہؓ کی حدیث پیش کی جا سکتی ہے جس کو صاحب تلخیص نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

دو جانور قربانی کے لیے معین کیے لیکن وہ دونوں گم ہو گئے۔

فَبَعَثَ ابْنُ الزُّبَيْرِ إِلَيْهَا بِهَدْيَيْنِ ثُمَّ عَادَ الضَّالَّانِ فَنَحَرَتْهُمَا وَقَالَتْ هٰذِهٖ سُنَّةُ الْهَدْيِ

ابن الزبیر نے دو اور جانور قربانی کے لیے بھیج دیے۔ حضرت عائشہ نے ان کو ذبح کر لیا اور فرمایا کہ یہی سنت قربانی کی ہے

تو معلوم ہوا کہ جب جانور کو قربانی کے لیے ایک دفعہ متعین کر دیا جائے تو کسی حالت میں بھی نیت زائل نہیں ہو سکتی تو پھر اس کی بیع کیونکر جائز ہو سکتی ہے۔ اسی بنا پر قربانی کے لیے متعین شدہ جانوروں کا تبادلہ بھی جائز نہیں جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَمَنْ عَيَّنَ أُضْحِيَّةً فَلَا يَسْتَبْدِلْ بِهَا — جس نے اپنی قربانی کا جانور معین کر لیا پھر اس سے کسی کا تبادلہ نہ کرے۔

یہ روایت اگرچہ ان الفاظ میں بسند صحیح ثابت نہیں لیکن حافظ صاحب تلخیص میں فرماتے ہیں کہ اسی مضمون کی دوسری صحیح روایت ثابت ہے کہ حضرت علیؓ سے قربانی کے جانوروں کے تبادلے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

أَكُنْتُمْ عَيَّنْتُمُوهَا لِلْأُضْحِيَّةِ فَقَالَ نَعَمْ فَكَرِهَهُ

کیا تم نے اس جانور کو قربانی کے لیے متعین کر دیا ہے سائل نے کہا جی ہاں۔ پس آپ نے اس کو مکروہ سمجھا

فنحرتہا: ٭ پھر وہ دونوں مل گئے تو انہوں نے وہ بھی ذبح کر دیے (ادارہ)

قربانی کا وقت

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ قربانی کا وقت نماز عید کے بعد شروع ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص نماز سے پہلے ذبح کر لے تو وہ قربانی شمار نہ ہو گی۔ براء بن عازب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَإِنَّمَا يَذْبَحُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهٗ وَأَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِيْنَ

کہ جس نے نماز سے پہلے ذبح کیا اس نے اپنے (کھانے پینے کے) لیے ذبح کیا اور جس نے نماز عید کے بعد ذبح کیا۔ اس نے اپنی قربانی پورے طور پر ادا کی اور مسلمانوں کے طریقے کے مطابق عمل پیرا ہوا۔

لیکن قربانی کے آخری وقت کے متعلق بہت سا اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک عید کا روز اور تین روز اس کے بعد یعنی چار دن۔ امام مالک اور امام ابو حنیفہ اور امام احمد کے ایک قول میں قربانی کے تین دن ہیں۔ بعض کے نزدیک صرف ایک دن اور بعض کے نزدیک عید کے دن سے آخر مہینہ ذوالحجہ تک۔ ان چاروں اقوال میں سے تیسرا قول تو صریح آیت لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ أَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْأَنْعَامِ کے خلاف

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ہے اور کوئی آیت اس مضمون کی نہیں ہے کہ صرف عید کا دن قربانی کا دن ہے یا یہ کہ قربانی کا دن ایک ہی ہے چوتھا قول بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ کوئی مرفوع اور صحیح حدیث اس بارے میں ثابت نہیں ہے۔ مراسیل ابی داؤد میں ایک مرسل روایت ہے لیکن مرسل روایت محدثین کے نزدیک حجت نہیں ہے۔ بالخصوص ایسی حالت میں کہ مرفوع احادیث کے خلاف ہو۔ حافظ صاحبؒ فتح الباری ابوامامہ کی روایت امام احمد کے واسطے سے ذکر کرتے ہیں ——————

كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ — يَشْتَرِي اَحَدُهُمُ الْاُضْحِيَّةَ فَيُسَمِّنُهَا وَيُذْبَحُهَا فِيْ اٰخِرِ ذِيْ الْحَجَّةِ قَالَ اَحْمَدُ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَجِيْبٌ

مسلمان قربانی کے جانور خرید لیتے اور اس کو خوب موٹا تازہ کرتے اور ذی الحجہ کے آخر میں اس کو ذبح کرتے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث عجیب قسم کی ہے۔

بہرحال اس روایت سے بھی مرسل ابی داؤد کی تائید نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ تو مرسل بھی نہیں ہے بلکہ یحییٰ بن سعید کا قول ہے ——————

دوسرا قول صحیح حدیث کے مطابق ہے یعنی عید کے بعد تین دن اور قربانی کی جاسکتی ہے۔ یہی قول جمہور اہل علم کا ہے۔ حافظ صاحبؒ فتح الباری میں فرماتے ہیں:

وَحُجَّةُ الْجُمْهُوْرِ حَدِيْثُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَفَعَهُ حَجَّاجٌ —— وَفِيْ كُلِّ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ ذَبْحٌ اَخْرَجَهُ اَحْمَدُ لٰكِنْ فِيْ سَنَدِهٖ اِنْقِطَاعٌ وَّوَصَلَهُ الدَّارَ قُطْنِيُّ وَرِجَالُهٗ ثِقَاتٌ (فتح الباری)

جمہور کی دلیل جبیر بن مطعم کی مرفوع حدیث ہے کہ تمام ایام تشریق میں ذبح ہو سکتا ہے۔ امام احمد نے اس کو روایت کیا ہے لیکن اس کی سند منقطع ہے۔ دارقطنی نے اس کو متصل بیان کیا ہے اور اس کے راوی سب ثقہ ہیں۔

ایام تشریق کے متعلق کسی کو اختلاف نہیں کہ وہ عید کے دن تین دن تک ہیں یعنی ۱۳ ذوالحجہ تک دارقطنی نے اس کو دو طریقوں سے متصلاً بیان کیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے دارقطنی کے راویوں کو ثقہ کہا ہے

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اور علامہ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں جبیر بن مطعم کی حدیث کے علاوہ جابر سے بھی یہی حدیث اسامہ بن زیدؓ کے واسطے سے نقل کی ہے جو ثقہ اور قابلِ اعتماد راوی ہیں اور اس کے علاوہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایامِ تشریق کو ایام "اکل وشرب" یعنی کھانے پینے کے دن فرمایا ہے اور اسی لیے ان ایام میں روزہ رکھنا حرام ہے اور جب عید کے بعد تین دن ان سب احکام میں ایک حیثیت رکھتے ہیں، یعنی یہ تین دن ایام منیٰ، ایامِ رمی اور ایامِ تشریق ہیں۔ ان میں روزہ رکھنا حرام ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ذبح قربانی کے لیے ایک دن (تیرھویں تاریخ) کو مستثنیٰ کر دیا جائے۔

علامہ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں اسی قول کو ترجیح دی ہے اور حضرت علیؓ کا ایک قول نقل کیا ہے:

أَيَّامُ النَّحْرِ يَوْمُ الْاَضْحٰى وَثَلَاثَةُ اَيَّامٍ بَعْدَهٗ — قربانی کے دن عید کے روز سے تین دن بعد تک ہیں

اس کے بعد فرماتے ہیں یہی قول بصرہ کے امام حسنؒ کا اور امامِ اہلِ مکہ عطاء بن ابی رباحؒ اور امام اہلِ شام اوزاعیؒ امام فقہاء اہلِ حدیث شافعیؒ کا ہے

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کتاب الاختیارات میں فرماتے ہیں:

وآخر وقت ذبح الاضحية آخر ايام التشريق وهو مذهب شافعي واحمد القولين في مذهب احمد

قربانی کا آخری وقت ایام تشریق کا آخری دن ہے اور یہی مذہب امام شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی ہے۔

قاضی شوکانیؒ نے نیل الاوطار ص۳۵۹ جلد۴ میں اور حافظ ابن کثیرؒ نے تفسیر کی دوسری جلد ص۲۳ میں اسی مسلک کی تائید کی ہے اور اس کو تمام اقوال میں ارجح بتایا ہے۔ پہلا قول یعنی صرف تین دن قربانی جائز رکھنے والوں کی دلیل مؤطا امام مالکؒ کی روایت عبد اللہ بن عمرؓ سے ہے، فرماتے ہیں:

الاضحى يومان بعد يوم الاضحى — کہ عید کے دن کے سوا دو دن اور قربانی کے ہیں۔

چونکہ یہ مرفوع حدیث نہیں۔ اس لیے پہلی مرفوع اور صحیح حدیثوں کے مقابلہ میں اس کو پیش نہیں کیا جا سکتا۔

رات کے وقت ذبح کرنا | بعض اہل علم نے قرآن کے لفظ "فی ایام معلومات" (معلوم و معین دنوں میں)

magazine.mohaddis.com

سے یہ استدلال کیا ہے کہ رات کے وقت قربانی کرنا جائز نہیں لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ قرآنِ حکیم میں "ایام" کا لفظ دن اور رات دونوں کے لیے آیا ہے جیسا کہ فرمایا، فَتَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ اس لیے سوائے امام مالکؒ کے اور اکثر ائمہ دین کے نزدیک رات کے وقت قربانی کرنا جائز ہے۔ ابن عباسؓ کی ایک روایت طبرانی میں ہے کہ رات کے وقت آپ نے ذبح کرنے سے منع فرمایا۔ لیکن یہ حدیث بہت ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص میں بیہقی کی ایک روایت نقل کی ہے کہ :-

نَهٰى عَنْ جُذَاذِ اللَّيْلِ وَحَصَادِ اللَّيْلِ وَالْاَضْحٰى بِاللَّيْلِ

رات کے وقت کھیت کاٹنے اور کھجور کا درخت کاٹنے اور قربانی کرنے سے منع فرمایا۔

لیکن اس کا کچھ حال معلوم نہیں اور اگر صحیح بھی ہو تو حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نہی تحریمی نہیں کیونکہ رات کے وقت کھیت کاٹنے سے اس لیے اغلباً منع کیا ہے کہ کہیں موذی جانور ایذا نہ دے اور کھجور رات کے وقت کاٹنے سے مساکین اور فقراء کے محروم رہ جانے کا خطرہ ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اسباب محرمات نہیں ہو سکتے۔ زیادہ سے زیادہ نہی تنزیہی ہو گی ـــــــــــــــ

اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا۔

نبی کریمؐ مدینہ منورہ میں عام طور پر اپنے دست مبارک سے قربانی کے جانور خود ذبح کرتے اور حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ نے ۶۳ اونٹ خود ذبح کیے اور ۳۷ اونٹ حضرت علیؓ نے ذبح کیے کیونکہ آپ نے ۱۰۰ اونٹ کی قربانی دی تھی، تو معلوم ہوا کہ قربانی دینے والوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا چاہیے اور یہی افضل ہے اور کسی کی طرف سے وکالتاً ذبح کرنا بھی جائز ہے جیسا کہ حضرت علیؓ نے کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی عورتوں کی طرف سے گائے کی قربانی حجۃ الوداع کے موقعہ پر دی تھی۔ اگر کوئی شخص خود اپنے ہاتھ سے ذبح نہیں کر سکتا تو اسے اسوقت حاضر رہنا چاہیے اور یہ مستحب ہے جیسا کہ فتح الباری میں حافظ صاحبؒ نے لکھا ہے اس میں حضرت عائشہ سے بھی ایک روایت ہے کہ آپ اپنی بیویوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ وہ اپنی قربانی کے جانوروں کے ذبح کے وقت حاضر رہیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ ہاں! ابو موسیٰ اشعریؓ سے امام بخاریؒ نے تعلیقاً ذکر کیا ہے۔

أَمَرَ أَبُو مُوسٰى بَنَاتِهٖ أَنْ يُضَحِّيْنَ بِأَيْدِيْهِنَّ (ابو موسیٰ نے اپنی لڑکیوں کو حکم دیا کہ وہ خود اپنے ہاتھ سے ذبح کریں)

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

مسند حاکم کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حضرت فاطمہؓ کو بھی حکم دیا تھا:

قُوْمِیْ یَا فَاطِمَةُ اِلٰی اُضْحِیَتِكِ فَاشْهَدِیْهَا اے فاطمہؓ! اپنی قربانی کی طرف جاکر کھڑی ہو جا اور اسکے پاس حاضر رہو۔

ذیلعی نے تخریج ہدایہ میں اس روایت کو تین مسندوں سے ذکر کیا ہے۔ مسند بزار کی حدیث کو سب پر ترجیح دی ہے ——— بہرحال ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بہتر تو یہ ہے کہ خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرے اور اگر دوسرے سے ذبح کرائے تو بہتر اور افضل ہے کہ خود پاس کھڑا ہو۔ ابو موسےٰ کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں بھی ذبح کر سکتی ہیں اور کوئی نص شرعی اس کے خلاف نہیں۔

اگر قربانی کا جانور خریدنے یا متعین کر لینے کے بعد بچہ دے تو اس کو بھی ذبح کرنا ہوگا۔ تلخیص میں حضرت علیؓ کا ایک واقعہ ذکر کیا گیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ قربانی کی اونٹنی اور اس کا ایک بچہ لیے جا رہا ہے تو آپ نے فرمایا: ———

لَا تَشْرَبْ مِنْ لَبَنِهَا اِلَّا مَا فَضَلَ عَنْ وَلَدِهَا اس کا دودھ صرف اتنا ہی پی سکتے ہو جس سے اس بچے سے بچ جائے اور مسند ابن ابی حاتم میں یہ لفظ بھی ہیں، فَاِذَا كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ فَانْحَرْهَا هِيَ وَوَلَدَهَا عَنْ سَبْعَةٍ (قربانی کے دن اس کو اور اس کے بچہ کو سات آدمیوں کی طرف سے ذبح کرو ——— مگر ذبح کرنے بعد مردہ بچہ برآمد ہو، تب تو سوائے امام ابو حنیفہ کے اکثر صحابہ، تابعین اور ائمہ دین کے نزدیک بغیر ذبح کیے ہوئے حلال اور جائز ہے کیونکہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ صحابہ نے آپ سے دریافت کیا کہ ہم بعض دفعہ گائے، اونٹنی یا بکری ذبح کرتے ہیں تو اس کے پیٹ سے بچہ نکلتا ہے کیا ہم اسے کھا لیا کریں یا پھینک دیں؟ آپ نے فرمایا:

كُلُوْهُ اِنْ شِئْتُمْ فَاِنَّ ذَكَاتَهُ ذَكَاةُ اُمِّهٖ اگر جی چاہے تو بیشک کھاؤ، اس کی ماں کا ذبح کر لینا اس کیلئے بھی کافی ہے

ذیلعی نے تخریج ہدایہ جلد ۲ ص ۲۶۵ میں آٹھ دس کے قریب اسی مضمون کی حدیثیں نقل کی ہیں اور ان میں سے اگرچہ بعض پر جرح کی ہے لیکن بعض صحیح بھی ہیں اور انہوں نے بھی اس مسئلہ کو محسوس کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ کا قول اس مسئلہ میں صحیح احادیث کے خلاف ہے۔ اس لیے تمام احادیث کے آخر میں ابن المنذر کا قول نقل کر دیا ہے۔ کسی صحابی نہ کسی تابعی نہ کسی عالم کا یہ قول ہے کہ ذبح کے بعد پیٹ سے نکلا ہوا بچہ ذبح کیا جائے سوائے ابو حنیفہؒ کے اور مجھے امید نہیں کہ ان کے شاگردوں نے ان سے اتفاق کیا ہو۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

جماعۃ المسلمین کراچی

قربانی اور منکرینِ حدیث

عیدالاضحیٰ تکمیلِ دین کا عظیم الشان تہوار اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی فقید المثال قربانی کی یادگار ہے۔ مسلمان صرف نظریاتی طور پر ہی اس یادگار کو نہیں مناتے بلکہ عملی طور پر بھی اپنی قربانیاں پیش کر کے جذبۂ قربانی کو فروغ دیتے ہیں۔ گویا عیدالاضحیٰ قربانی کی ایک عملی مشق ہے۔ یہ عملی مشق اور پھر اس بات کا اقرار کہ مَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ یعنی ہماری زندگی اور موت سب اللہ کے لیے ہے۔ اس بات کا سبق ہے کہ درحقیقت ہماری کوئی چیز ہماری نہیں بلکہ ہر چیز حتیٰ کہ پوری زندگی اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ لیکن افسوس کتنی جلدی ہم اس عہد و پیمان کو بھول جاتے ہیں اور اللہ کے دین کی خدمت کے لیے نہ کوئی وقت نکالتے ہیں نہ مال و دولت خرچ کرتے ہیں۔

عیدالاضحیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے برابر ہر سال منائی جارہی ہے اور ہر سال قربانیاں بھی متواتر و مسلسل ہوتی رہی ہیں۔ یہ ایک ایسی چیز ہے کہ اس کا انکار حقائق کا انکار ہے۔ لیکن وائے افسوس! ہمارے زمانے میں کچھ لوگ ایسے بھی موجود ہیں جو اس قربانی کا انکار کرتے ہیں اور اس کو مال کا ضیاع تصوّر کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ قومی دولت کا کروڑوں روپیہ ہر سال برباد ہو جاتا ہے۔ اگر یہ روپیہ اس طرح ضائع نہ ہو تو اس سے قوم کی معیشت کو کافی حد تک بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ مزید برآں یہ لوگ یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں اس قربانی کا کوئی ثبوت نہیں لہٰذا اس کی کوئی اہمیت نہیں، گویا قربانی پر دو قسم کا اعتراض ہے۔ ① قرآن مجید میں اس کا حکم نہ ہونا ② مادی نقصانات۔ اب ہم ان دونوں باتوں کا

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

جائزہ لیتے ہیں ——————

قرآن مجید سے بھی اس قربانی کا ثبوت دیا جا سکتا ہے لیکن ہم اس بات کی ضرورت نہیں سمجھتے، اس لیے کہ نہ ہم خود اس بات کے قائل ہیں کہ جب تک کسی چیز کا ثبوت قرآن میں نہ ہو وہ چیز ثابت نہیں ہوتی، اور نہ اس عقیدہ کو دوسروں کے ذہنوں میں جگہ دینا چاہتے ہیں۔ اگر کسی چیز کا ثبوت حدیث سے مل جاتا ہے تو بس وہ کافی ہے، مزید ثبوت کی ضرورت نہیں۔

قربانی ابتدائے آفرینش سے جاری ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کی قربانی کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ ارشاد باری ہے "اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا" (مائدہ) جب دونوں نے قربانی پیش کی تو ان دونوں میں سے ایک کی قربانی قبول ہوئی۔" ایک اور جگہ ارشاد باری ہے:

"اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○"

ان لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے عہد لیا ہے کہ ہم کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک وہ ایسی قربانی پیش نہ کرے جس کو آگ کھا جائے کہدو کہ مجھ سے پہلے رسول، معجزات کے ساتھ تمہارے پاس آئے اور وہ قربانی بھی پیش کی جس کا تم مطالبہ کرتے ہو تو پھر تم نے ان کو کیوں قتل کیا اگر تم سچے ہو ——————؟

یعنی گزشتہ انبیاء کے زمانہ میں ایسی قربانی کا دستور تھا کہ قربانی کی اشیاء کو ایک جگہ رکھ دیا کرتے تھے آگ آتی تھی اور ان اشیاء کو جلا دیا کرتی تھی، یہ قربانی کے قبول ہونے کی علامت تھی۔

لیجئے قرآن مجید سے ایسی قربانی کا ثبوت ملتا ہے جس کا مادی فائدہ کچھ نہیں بلکہ کلیتہً مال کی بربادی ہے اور کچھ نہیں۔ اب ہماری موجودہ قربانی کا جائزہ لیجئے کہ اس میں کتنے مادی فوائد ہیں۔

① دولت کی گردش یعنی موجودہ معیشت کا اہم تقاضا ② دولت کا سرمایہ داروں کی جیب سے نکل کر غرباء کے ہاتھوں میں منتقل ہونا اور غرباء کا ذریعۂ معاش بننا ③ مویشی کی افزائشِ نسل کی حوصلہ افزائی اور اس

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام مکتبہ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کے ضمن میں دودھ، دہی، گھی وغیرہ کی پیداوار میں اضافہ ⑦ چرم سازی کے کارخانوں کے لیے خام مال کی فراہمی ⑤ جوتے اور دوسری چرمی صنعتوں کا فروغ ⑥ چرمی اشیاء کی برآمد اور زرمبادلہ کا حصول ⑦ کھالوں کی برآمد اور کثیر زرمبادلہ کا حصول ⑧ اون کی پیداوار میں اضافہ اور اس کی برآمد سے زرمبادلہ کا حصول ⑨ مندرجہ بالا صنعتوں اور برآمدی کاروبار میں ہزارہا افراد کو روزگار مہیا ہونا ⑩ گوشت کی بہت بڑی مقدار کا غرباء کے حصہ میں آنا اور ان کی عید کی خوشی کا دوبالا ہونا ——— تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ۔ غرض یہ کہ قربانی سے فائدہ ہی فائدہ ہے۔ اگر کسی کو یہ فوائد نظر نہ آئیں تو اس کا کیا علاج ہے۔

مادی عینک سے ہر چیز کو دیکھنے والوں کے لیے ہم نے مادی فوائد کا ذکر کیا تاکہ دنیا والوں کو معلوم ہو جائے کہ اسلام کے ہر حکم میں متعدد مصالح مضمر ہیں اور اسلام ہی وہ نظامِ معیشت پیش کرتا ہے جس میں بے پایاں خیر و برکت ہے ورنہ اگر قربانی میں یہ مادی فوائد نہ بھی ہوتے تب بھی ہم اسے اسی ولولہ سے انجام دیتے جس طرح گزشتہ انبیاء علیہم السلام قرآن کی بیان کردہ قربانی دیا کرتے تھے اور ان کو قطعاً اس کے مادی نقصان کی پرواہ نہیں ہوا کرتی تھی۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ رضوانِ الٰہی اور روحانی فائدہ جہاں مقصود ہو وہاں مادی نقصان تو کیا جانی نقصان کی بھی پرواہ نہیں کی جاتی اور ہم قربانی روحانی فوائد کے لیے ہی کرتے ہیں نہ کہ مادی فوائد کے لیے ———!

منکرینِ حدیث کے لیے درسِ عبرت

منکرینِ حدیث ذرا ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ قرآن تو اس قربانی کا ثبوت پیش کرتا ہے جو کلیۃً ضائع ہو جاتی ہے۔ حدیث میں اس قربانی کا ثبوت ہے جو مادی فوائد سے مالا مال ہے۔ اگر حدیث پر اعتراض ہے، حالانکہ وہ غلط اعتراض ہے تو کیا اس طرح کا اعتراض قرآن پر نہیں ہو سکتا؟ معلوم نہیں یہ لوگ قرآن پر اعتراض کیوں نہیں کرتے تاکہ ان کی حقیقت کھل کر سامنے آجائے اور جاہل عوام دھوکا نہ کھائیں۔ یہ لوگ قرآن کو ماننے کا ڈھونگ کرتے ہیں تاکہ عوام ان کو مسلمان اور قرآن کا وفادار سمجھیں، حالانکہ حقیقت بالکل اس کے برعکس ہے قرآن مجید کے ساتھ جو کھیل یہ کھیل رہے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ تحریفِ معنوی

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کی بڑی ہی مکروہ مثال ہے جس نے پورے اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دیا ہے اور قریب خود مسلمانوں کو ڈارون اور مارکس کی گود میں ڈال کر الحاد اور سوشلزم کے لیے راہ ہموار کر دی ہے۔

اے علمبردارانِ قرآن و حدیث! سوچیے یہ فتنہ کس قدر خطرناک ہے لیکن آپ کی حیثیت محض خاموش تماشائی کی ہو کر رہ گئی ہے۔ خدارا اٹھیے اور تمام فتنوں کے مقابلہ کے لیے سینہ سپر ہو جائیے۔ اگر اب بھی آپ ہوشیار نہیں ہوئے تو آئندہ نسل اس فتنۂ انکارِ حدیث کا بری طرح سے شکار ہو جائے گی۔ اور ان کی گمراہی کی پوری ذمہ داری آپ پر عائد ہو گی۔ بتائیے میدانِ محشر میں آپ کیا جواب دیں گے؟

تفسیر القرطبی

المراغی، ابن کثیر، بیضاوی، صحیح الترمذی بشرح الامام ابن العربی المالکی، التاج الجامع للاصول فی احادیث الرسول، تیسیر الوصول الی جامع الاصول من حدیث الرسول، تذکرۃ الحفاظ، طبقات الکبریٰ لابن سعد، منہاج السنہ لابن تیمیہ، فتاویٰ ابن تیمیہ، تقریب التہذیب، الاستیعاب، المستدرک للحاکم الزرقانی شرح المؤطا، المحلی لابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام لابن حزم، الملل والنحل لابن حزم، الترغیب والترہیب، سیرۃ النبوی لابن ہشام، تحفۃ الاحوذی، عون المعبود، المراسیل لابن ابی حاتم، المسوے شرح المؤطا، القاموس المحیط، المنجد، مجمع الزوائد، حیاۃ الحیوان، المستطرف، احیاء علوم الدین للغزالی، مدارج السالکین، اعلام الموقعین، صحاح ستہ انڈیا و پاکستان۔ علاوہ ازیں بے شمار عربی اردو ملکی و غیر ملکی کتب۔ آپ اپنے کوئی کتاب بیچنا چاہیں تو ہمیں یاد فرمائیں۔

رحمانیہ دار الکتب ○ امین پور بازار ○ لائلپور

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

جناب محمود احمد

تعمیر انسانیت

اس جہانِ رنگ و بو میں کروڑوں نہیں اربوں انسان زندگی بسر کر رہے ہیں مسلم بھی اور غیر مسلم بھی، نیک بھی اور بد بھی، ظالم بھی آباد ہیں اور مظلوم بھی، جاہل افراد بھی موجود ہیں اور دانش مند بھی، مگر اس دور میں نیکی کی بجائے بدی کا، عدل و انصاف کی بجائے ظلم و تشدد کا اور امن و آشتی کی بجائے جہالت و بربریت کا غلبہ ہے۔ ہر طرف تاریکی چھائی ہوئی ہے۔ قتل و غارت گری کا بازار گرم ہے۔ بے حیائی اور فحاشی نقطۂ عروج تک پہنچی ہوئی ہے۔ اقدار مٹ رہی ہیں، عزتیں لٹ رہی ہیں اور عصمتیں داغدار ہو رہی ہیں۔ خصوصاً مسلمان قوم آج ذلت و رسوائی کی اتھاہ گہرائیوں میں گرتی چلی جا رہی ہے۔ دیگر اقوام اسے تر نوالہ سمجھ کر ہڑپ کرنے کا عزم کیے ہوئے ہیں۔ انسانیت خوابیدہ ہے اسے بیدار کرنے کی ضرورت ہے دل مردہ ہو چکے ہیں، ان میں زندگی کی لہر دوڑانا ناگزیر ہے، دل بے شمار بیماریوں کا شکار ہیں، ان کا علاج ازبس ضروری ہے۔

دل کو جسمِ انسانی میں ایک مرکزی حیثیت حاصل ہے جو کیفیت دل کی ہوتی ہے اعمال اسی کی ترجمانی کرتے ہیں۔ دل میں فساد و بربریت ہو تو اعمال سے یقیناً درندگی ٹپکے گی اور اس کے برعکس اگر دل میں امن و آشتی کے جذبات ہوں تو اعمال سے محبت و الفت کے زمزمے پھوٹیں گے اسی لیے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اَلَا فِي الْجَسَدِ مُضْغَةٌ إِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ ——————

کہ جسمِ انسانی میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوتا ہے تو جسم کے تمام اعضاء درست کام کرتے ہیں۔ جب اس میں خرابی پیدا ہوتی ہے تو تمام جسم میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

خبردار! وہ گوشت کا ٹکڑا انسانی دل ہے۔

تعمیرِ انسانیت کے لیے سب سے پہلی اور بنیادی شرط یہ ہے کہ دل میں زندگی پیدا کی جائے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ زندہ دلی سے مراد کیا ہے۔ کیا اس دل کو زندہ نہیں کہا جائے گا جو معمول کے مطابق حرکت کرتا ہو اور جو دوسرے اعضاء کو باقاعدگی سے خون پہنچاتا ہو؟ زندہ دل اسی کا نام ہے تو پھر اس کائنات میں کس کا دل مردہ ہے؟

اس سوال کا جواب میں اپنی طرف سے نہیں بلکہ علامہ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے افادات سے دوں گا۔ جس سے یہ چیز کھل کر سامنے آجائے گی کہ زندہ دلی سے مراد کیا ہے؟

وہ تہذیب الایمان میں لکھتے ہیں کہ:۔

"دل تین قسم کے ہیں ــــ قلبِ سلیم[۱] (زندہ دل)، قلبِ میت[۲] (مردہ دل)، قلبِ مریض[۳] (بیمار دل) ــــــــــــــــ"

قلبِ سلیم یعنی زندہ دل کی تعریف انہوں نے ان الفاظ میں کی ہے:۔

اَلَّذِیْ سَلِمَ مِنْ کُلِّ شَھْوَۃٍ تُخَالِفُ اَمْرَ اللّٰہِ وَ نَھْیَہٗ ــــــــــــ

یعنی زندہ دل وہ ہوتا ہے جو ہر اس خواہش سے پاک ہو جو اللہ تعالیٰ کے حکم امتناعی اور اثباتی کے مخالف ہو۔

مزید برآں لکھتے ہیں:۔

فَسَلِمَ مِنْ عُبُوْدِیَّۃِ مَاسِوَاہُ مُخْلِصٌ لِّلّٰہِ فِیْ مَحَبَّتِہٖ وَخَوْفِہٖ وَرَجَائِہٖ وَالتَّوَکُّلِ عَلَیْہِ وَالْاِنَابَۃِ اِلَیْہِ وَاِیْثَارِ مَرْضَاتِہٖ فِیْ کُلِّ حَالٍ وَ التَّبَاعُدِ مِنْ سَخَطِہٖ اِنْ اَحَبَّ اَحَبَّ فِی اللّٰہِ وَاِنْ اَبْغَضَ اَبْغَضَ فِی اللّٰہِ وَاِنْ اَعْطٰی اَعْطٰی لِلّٰہِ وَاِنْ مَّنَعَ مَنَعَ لِلّٰہِ ــــــــــــ

یعنی زندہ دل وہ ہوتا ہے جو اللہ رب العزت کی بندگی کے سوا ہر کسی کی بندگی سے محفوظ ہو جس میں اللہ تعالیٰ سے محبت اور ڈر۔ اسی سے امید اور اسی پر بھروسہ پورے اخلاص

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کے ساتھ پایا جائے جو ہر حالت میں اسی کے حضور جھکے، اسی کی رضا کو ترجیح دے۔ جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے دور بھاگے۔ اگر کسی کو پسند کرے تو خدا کے لیے اور اگر ناپسند کرے تو بھی خدا کے لیے۔ اگر کسی کو دینے کا جذبہ پیدا ہو تو اپنے رب کو خوش کرنے کے لیے اور اگر کسی کو نہ دینے کا ارادہ ہو تو بھی اسی کی مرضی کے مطابق۔

علاوہ ازیں زندہ دل میں یہ اوصاف بھی پائے جاتے ہیں مثلاً حیا، پاکیزگی، صبر و تحمل، شجاعت، غیرتِ خودی، نیکی سے محبت اور برائی سے نفرت۔

جس دل میں یہ خوبیاں پائی جائیں۔ اس میں ایک نور، ایک چمک پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسا دل درحقیقت تجلیاتِ الٰہی کا مرکز ہوتا ہے۔ ایسے دل پر انوارِ الٰہیہ کی بارش ہوتی ہے۔ اس حالت میں یہ محض ایک گوشت کا لوتھڑا نہیں ہوتا بلکہ نورانیت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر بن جاتا ہے۔ جس سے محبت و الفت، امن و آشتی، رحمت و رأفت، صبر و تحمل اور ہمت و شجاعت کے بخارات اٹھتے ہیں اور رفعت و سربلندی کے بادل بن کر ہر سو پھیل جاتے ہیں۔ جن سے علم و حکمت اور عقل و دانش کی ایسی بارش ہوتی ہے کہ مردہ دلوں کے لیے حیاتِ نو کا پیام لاتی ہے اور پیاسے دلوں کو سیراب کرتی ہے۔ چنانچہ زندگی کا صحیح معنوں میں لطف اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو اپنے سینے میں ایسا دل رکھتا ہے جو مذکورہ بالا خوبیوں سے متصف و مشرف ہو۔ لہٰذا ہم میں سے ہر ایک کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے دل کا جائزہ لے اور یہ دیکھے کہ ان میں سے کون کون سی چیز دل میں موجود ہے اور کون کون سی چیز سے دل محروم ہے۔ جو چیز موجود ہے اس کو مستقل بنایا جائے اور جس چیز سے محرومی ہے، اس کو پیدا کیا جائے ورنہ انسانیت کی تعمیر ممکن نہیں۔

آج مسلم قوم کا یہ سب سے بڑا المیہ ہے کہ اس معیار کا صاحبِ دل عنقا ہے۔ ہر سو جہالت و مردہ دلی کی بے شمار مثالیں موجود ہیں جب تک یہ چیز ختم نہیں ہوتی اس قوم کو سرخروئی نصیب نہیں ہو سکتی۔ حافظ ابن قیمؒ نے تو مردہ دل انسانوں کو حقیقی مردوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ فرماتے ہیں:

وَهٰذَا مِنْ اَحْسَنِ التَّشْبِيْهِ لِاَنَّ اَبْدَانَهُمْ قُبُوْرُ قُلُوْبِهِمْ فَقَدْ مَاتَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ قُبِرَتْ فِيْ اَبْدَانِهِمْ ——

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کہ یہ ایک بہترین تشبیہ ہے اس لیے کہ ان کے بدن ان کے دلوں کی قبریں ہیں۔ دل مر گئے ہیں اور انہیں ان کے ابدان میں دفن کر دیا گیا ہے۔

یہاں پر مردہ دلی سے مراد یہ نہیں کہ ان دلوں کی حرکت یا دھڑکن بند ہو گئی ہے بلکہ اس سے مراد وہ دل ہیں جن میں مذکورہ چیزوں میں سے کوئی چیز نہ پائی جائے، جن پر جہالت و نحوست کی تہیں جمی ہوں اور جن میں زندگی پیدا کرنا صرف اسی طور ممکن ہے کہ مذکورہ اوصاف ان میں بتدریج پیدا کیے جائیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

"جس طرح لوہا زنگ آلود ہو جاتا ہے بعینہٖ انسانی دل بھی زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ آپ سے دریافت کیا گیا، یا رسول اللہ! دل کو صیقل کرنے یا اسے جلا بخشنے کا طریقہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا، اللہ ربّ العزت کا تصور اور ہر آن اس کی یاد دلوں کو جلا بخشتی ہے اور ان میں نورانیت پیدا کرتی ہے ——————"

غرضیکہ جو اپنی خوابیدہ انسانیت کو بیدار کرنا چاہتا ہے اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے دل کا جائزہ لے اور بتدریج اصلاح کی کوشش کرے ورنہ بصورتِ دیگر انسان اور حیوان میں کوئی بنیادی فرق نہ ہوگا اور ایسا انسان "ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ" اور "اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ" کے زمرے میں آ جائیگا۔

- تو کیا ہماری تخلیق کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم کھائیں پئیں اور مر جائیں؟
- کیا اس کائناتِ عظیم پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی؟
- کیا ہمیں کسی ضابطۂ اخلاق کی ضرورت نہیں؟
- کیا ہم انسان ہیں؟ کیا ہم اشرف المخلوقات ہیں؟
- کیا ہمیں "خلیفۃ اللہ فی الارض" بننے کا شرف حاصل ہے؟
- اگر ہے تو کیوں؟

مسلمانو! ذرا اپنے دلوں کا جائزہ لو۔ دماغوں سے سوچو اور میرے سوالات کا جواب دو۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

مولانا عزیز زبیدی

قسط نمبر ۲

قومِ نوحؑ

دیوانہ کہنے کے اسباب

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان اہلِ ہوش، اہلِ بصیرت اور عظیم ہستیوں کو دنیا دیوانہ کہنا کیوں شروع کر دیتی ہے۔ اگر کسی بدنیت عیار نے بدنیتی سے یہ تہمت تراش لی ہوتی ہے تو دوسرے اسے کیوں باور کر لیتے ہیں۔ دراصل اس کے متعدد اسباب اور وجوہ ہیں :

① جو غلط باتیں ان میں رواج پا کر مسلمات کا درجہ اختیار کر لیتی ہیں۔ ان کے خلاف جب کوئی مصلح آواز بلند کرتا ہے تو دنیا کو شبہ ہونے لگتا ہے کہ جس نے ساری دنیا سے الگ راہ اختیار کی ہے، ہو نہ ہو یہ فتورِ عقل کا نتیجہ نہ ہو۔

② فوائدِ عاجلہ اور دنیاوی مفاد پر لات مار کر جو حق کی راہ پر پڑ جاتے ہیں تو دنیا کے نزدیک یہ بھی بے عقلی کی بات ہوتی ہے کیونکہ دنیا کا دستور یہ ہے کہ دنیا بناؤ خواہ کسی طرح بنے۔

③ حصولِ مقصد کے سلسلہ میں انبیاء کرام علیہم السلام میں شدید قسم کا انہماک، لگن اور پیچ و تاب پایا جاتا ہے۔ جب دنیا ان کی اس وارفتگی اور سرمستی کا نظارہ کرتی ہے تو اس کو دھوکا ہونے لگتا ہے کہ شاید العیاذ باللہ ان کے ہوش ٹھکانے نہیں رہے۔

④ پاک نفوس، اہلِ دنیا کے کریہہ مشاغل اور آوارہ محفلوں سے بھی الگ تھلگ رہتے ہیں۔ اس لیے دنیا کو شبہ ہونے لگتا ہے کہ جو لوگ متداول قسم کی رنگینیوں سے لطف اندوز ہونے سے کتراتے ہیں، شاید وہ ذوق و شعور سے ہی محروم ہیں۔

لہ پ۱۸۔ المؤمنون۔ ع ۳

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

- عوام ہر بات کو آبا و اجداد کے موروثی تعامل کے پیمانوں سے لینے کے عادی ہوتے ہیں۔ جب کوئی مصلح ان سے بالاتر ہو کر ان کی بے عقلی کی باتوں اور غلط رسومات پر تبصرے کرتا ہے تو وہ چلا اٹھتے ہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ سارے غلط راہ پر ہوں اور یہ تنہا آدمی ہوش میں ہو۔
- ویسے بھی وہ طبقہ جو جاہ و حشمت اور مال و دولت کے لحاظ سے قوم میں کمزور ہوتا ہے۔ دنیا اس کو حقارت کی ہی نگاہ سے دیکھتی ہے اور ان کی باتوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتی۔ ہاں اگر کوئی دھن دولت والا، بوالفضول بکواس ہی کر رہا ہو تو لوگ واہ واہ ہی کرتے ہیں۔

دل کے اندھے

گو ان کے سروں میں آنکھوں کے گڑھے موجود تھے لیکن دل کی دنیا اس سے کلیتہً محروم تھی۔ وہ قوم بصیرت کھو چکی تھی، نابینا دلوں کی بہتات تھی۔ عناد، رسومات اور تقلید آبا کے پردے ان کی آنکھوں پر چھا گئے تھے۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ○ [1]	بیشک وہ لوگ دل کے اندھے تھے۔
قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ○ [2]	(حضرت) نوح نے کہا کہ اے میری قوم! دیکھو تو سہی۔ اگر میں اپنے پروردگار کے کھلے رستے پر ہوں اور مجھ کو اس نے اپنی جناب سے نعمت (پیغمبری) عطا فرمائی ہے پھر وہ راستہ تم کو دکھائی نہیں دیتا تو کیا ہم اس کو زبردستی تمہارے گلے مڑھ رہے ہیں اور تم (ہو کہ) اس کو ناپسند کیے جاتے ہو۔
_____	
_____	
_____	

[1] پ ۸۔ الاعراف۔ ع ۸

[2] پ ۱۲۔ ہود۔ ع ۳

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

پیغمبرِ خدا سے مخول

كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ [1]

جب کبھی ان کی قوم کے سرکردہ لوگ ان کے پاس سے گزرتے تو وہ ان کا تمسخر کرتے۔

یہ مسکرہ مشغلہ عوام کا نہیں تھا بلکہ منتخب (مَلَأ) لوگوں کا تھا جس قوم کے منتخب لوگ ایسے ہوئے ان کے عوام کی پستی کا خود اندازہ فرمالیں۔

جس تمسخر اور مخول سے غرض کسی کی تحقیر اور تذلیل ہو، وہ ہر حال میں برا ہے، خواہ کسے باشد۔ اگر یہ صورت خدا اور اس کے رسول اور اس کی آیات کے سلسلہ میں بھی پیدا ہو جائے تو اس کی سنگینی کا اندازہ خود فرمالیجئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللّٰهِ وَآيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ○

اگر آپ ان سے پوچھیں (کہ یہ کیا حرکت تھی) تو وہ ضرور یہی جواب دیں گے کہ ہم تو یونہی ہنس کھیل کر رہے تھے (اے نبی!) ان سے کہدو کہ ہنس کھیل کرنی تھی تو خدا ہی کے ساتھ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول کیساتھ؟ (اوفوا)

مکر و فریب

قومِ نوح میں یہ مرض بھی جڑ پکڑ گیا تھا کہ وہ بہت بڑے مکار اور دغاباز تھے اور اس کے اتنے دھنی نکلے کہ خدا اور اس کے رسولوں سے فریب کرتے ہوئے بھی نہیں شرماتے تھے:

وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ○ [3]

اور وہ (مکر و دغا کی) بڑی بڑی چالیں چلے

مکر و فریب دھوکا اور دغا ہمیشہ ان غلط کار افراد کا شیوہ ہوتا ہے جن کے ترکش حیات میں سچائی، اور خیر کا کوئی قابلِ کشش تیر نہیں ہوتا۔ وہ راست روی کے ذریعے عوام کا دل جیتنے اور حق لے کر بڑھا چلنے کا

---

[1] پ ۱۲۔ ہود۔ ع ۴ [2] پ ۱۰۔ توبہ۔ ع ۸ [3] پ ۲۹۔ نوح۔ ع ۲

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

حوصلہ نہیں رکھتے۔ بس وہ میدانِ زندگی میں چور بن کر اترتے ہیں اور چوروں کا سا پارٹ ادا کر کے رفوچکر ہو جاتے ہیں۔ ظاہر ہے جس قوم کے ہونہار لوگوں کا وطیرہ ہوگا، وہ ساحلِ عافیت سے کیسے ہمکنار ہو سکے گی۔ ایک اور مقام پر قرآنِ کریم نے اس ذہنیت کے لوگوں کا یوں ذکر فرمایا ہے:

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا [1] وہ اللہ اور مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں۔

الغرض جس قوم یا افراد کی فطرت میں یہ مرض نشہ بن کر رگ و پے میں سرایت کر جاتا ہے۔ وہ بدنصیب اس کی کمند میں خدا پر بھی ڈالتے ہوئے نہیں شرماتے۔

کٹ حجتی

ان مکار اور دغا بازوں کی یہ کوشش بھی رہی کہ گلا پھاڑ پھاڑ، چلا چلا کر اور جھگڑ جھگڑ کر کسی طرح حق اور اہلِ حق کو ہراساں کیا جائے۔ تاکہ وہ ان کے سامنے ہتھیار ڈال دیں۔ حق کی آواز کو دبا دیا جائے اور اوچھے ہتھکنڈوں کے ذریعے حق کی رونق اور بہار کو اس سے چھین لیا جائے۔ فرمایا:

وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ [2] اور جھوٹی باتوں سے (سند پکڑ کر پیغمبر سے جھگڑے تاکہ اپنی کٹ حجتی سے حق کو (اپنی جگہ سے) ڈگمگا دیں۔

جھڑکیاں

اللہ والوں کو جھڑکیاں اور دھمکیاں دینا عام دستور ہے تاکہ وہ حق کی بات کہنے سے باز رہیں۔ چنانچہ قوم نے حضرت نوح علیہ السلام سے بھی یہی معاملہ کیا تھا:

فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ [3] (انہوں نے نوحؑ کے بارے میں کہا۔ (یہ) دیوانہ ہے اور انہوں نے ہمارے بندے کو جھٹلایا اور ان کو جھڑکیاں دی گئیں۔

---

[1] پ۱۔ البقرہ۔ ع ۲ [2] پ۲۴۔ المومن۔ ع ۱ [3] پ۲۷۔ القمر۔ ع ۱۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

سنگسار کرنے کی دھمکیاں

قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ۝ [1]

وہ بولے، اے نوح! اگر تم باز نہ آؤ گے، تو سنگسار کر دیے جاؤ گے۔

غور فرمائیے! جو خود مجرم ہیں اور کسی بڑی سے بڑی سزا کے لائق ہیں، وہ معصوم اور پاک لوگوں کو سنگسار کرنے کی دھمکیاں دیتے ہیں۔

اذیتیں دیں

معاملہ صرف دھمکیوں تک محدود نہ رہا بلکہ ان ظالموں نے سچ مچ ان کو سخت اذیتیں بھی دیں۔

وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا [2]

اور ہم صبر کریں گے ایذا پر جو تم ہم کو دیتے ہو۔

ایک اور گستاخی

حضرت نوح علیہ السلام ان کو حق کی تبلیغ کرتے ہیں، لیکن اشقیاء اٹھتے ہیں اور آپ کا ہاتھ منہ پر رکھ دیتے ہیں تاکہ آواز نکلے ہی نہیں۔

فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ [3]

انہوں نے ان کے ہاتھ (پکڑ کر) ان کے منہ پر لوٹا دیے۔

ارتداد یا جلاوطنی

ان ظالموں نے انبیاء کرام علیہم السلام سے کہا کہ:

"میاں جی! زیادہ بزرگی نہ جتاؤ۔ بس دو باتوں میں سے ایک پسند کر لو۔ ہمارے ساتھ گھل مل جاؤ ورنہ جلاوطنی کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا [4]

اور منکروں نے اپنے پیغمبروں سے کہا کہ ہم تم کو اپنے ملک سے ضرور نکال باہر کریں گے یا تم پھر ہمارے مذہب میں آجاؤ گے۔

---

[1] پ۱۹۔ الشعراء۔ ع ۶ [2] پ۱۳۔ ابراہیم۔ ع ۲ [3] ایضاً [4] ایضاً ع ۲

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اقتدار اور جاہ طلبی کا الزام

نیک لوگ، نیکی کی راہ اختیار کرنے کا درس دیں تو بد لوگ ان کو یہ طعنے دیتے ہیں کہ، یہ تو اقتدار چاہتے ہیں۔ لیکن ان سے یہ کوئی نہیں پوچھتا کہ بہ فرضِ محال ایسا ہو بھی تو کیا برا ہے۔ کیا آپ نہیں چاہتے کہ اقتدار نیک لوگوں کے ہاتھ میں ہو۔ بہر حال حضرت نوح علیہ السلام کو آپ کی قوم نے یہ طعنے بھی دیے کہ:

يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ [1] وہ (تو) تم پر برتری چاہتا ہے۔

یہی کچھ آج بھی ہو رہا ہے۔ یہ مرض جس قدر پرانا ہے اتنا عام بھی ہے۔ انا للہ

کمزوروں کی تحقیر

کمزور قابلِ رحم ہوتے ہیں، لائقِ تحقیر نہیں ہوتے مگر قوم نے حضرت نوح علیہ السلام کو اس امر کے طعنے دیے کہ، آپ کے ساتھ تو معمولی قسم کے لوگ ہیں:

وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ [2]	اور ہمارے نزدیک صرف وہی لوگ تمہارے پیچھے چلے ہیں جو ادنیٰ درجے کے ہیں، ہم تو تم لوگوں میں اپنے سے کوئی برتری نہیں پاتے
قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ۝ [3]	انہوں نے کہا کہ کیا ہم آپ پر ایمان لے آئیں حالانکہ صرف ادنیٰ درجے کے لوگوں نے آپ کا اتباع کیا ہے۔

چونکہ پیشے کے اعتبار سے یہ پاک نفوس کمزور تھے۔ اس لیے یہ قوم ان کو ادنیٰ درجے کے لوگ قرار دیتی تھی بلکہ ان کی تحقیر کا یہ رنگ اس قدر تیز ہو گیا تھا کہ وہ یہ بھی کہنے لگے کہ اللہ میاں کی نگاہ میں بھی یہ حقیر لوگ ہیں۔ ورنہ ان کو بھوکا ننگا کیوں رکھتا۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کو ان سے یہ کہنا پڑا کہ:

---

[1] پ۱۸۔ المومنون۔ ع ۲ [2] پ۱۲۔ ھود۔ ع ۳

[3] پ۱۹۔ الشعراء۔ ع ۶

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

وَلَآ اَقُوۡلُ لِلَّذِيۡنَ تَزۡدَرِىۡۤ اَعۡيُنُكُمۡ لَنۡ يُّؤۡتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيۡرًا ؕ[1]

اور جو لوگ تمہاری نظروں میں حقیر ہیں میں ان کی نسبت یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ خدا ان پر (اپنا) فضل کرے گا ہی نہیں۔

کمزوروں کو دھکے دے کر نکالنا

وہ چاہتے تھے کہ حضرت نوح علیہ السلام ان کو دھکے دے کر اپنے ہاں سے نکال دے۔ آپ نے فرمایا:

يٰقَوۡمِ مَنۡ يَّنۡصُرُنِىۡ مِنَ اللّٰهِ اِنۡ طَرَدْتُّهُمۡ ؕ[2]

اے بھائیو! اگر میں ان (غریب اور کمزوروں) کو دھکے دے کر نکال بھی دوں تو اللہ کے مقابلے میں کون میری مدد کرے گا۔

میرے یہ دعوے نہیں

خود میں بھی خدائی خزانوں کا مالک نہیں، نہ مجھے کل کا کچھ پتہ ہے کہ کیا بنے گا یا کیا ملے گا۔ نہ ہی یہ میرا کوئی دعوےٰ ہے کہ میں فرشتہ اور نوری مخلوق ہوں، اس لیے ضروریاتِ زندگی کا محتاج نہیں ہوں۔ یا اپنے کو نوری سمجھ کر ان خامیوں سے دور ہوں۔

وَلَاۤ اَقُوۡلُ لَـكُمۡ عِنۡدِىۡ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَاۤ اَعۡلَمُ الۡغَيۡبَ وَلَاۤ اَقُوۡلُ اِنِّىۡ مَلَكٌ[3]

اور میں تم سے دعوےٰ نہیں کرتا کہ میرے پاس خدائی خزانے ہیں اور (نہ میں یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ) میں غائب جانتا ہوں اور نہ ہی میں (اپنی نسبت) کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔

یہ جھگڑالو ہے

معقول جواب سے عاجز آکر ایسے لوگ عموماً یوں بولا کرتے ہیں کہ:

"یہ ملاں بڑا جھگڑالو ہے" یا کہیں گے "میاں! جا جا، جو سانپ نکالنا ہے نکال کر لے آ۔ تیری بزرگی کا ہمیں پتہ ہے"

[1] پ۱۲۔ ہود۔ ع ۳ [2] ایضاً [3] ایضاً

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

يٰنُوْحُ قَدْ جَادَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا [1]

اے نوح! تو ہم سے جھگڑا اور بہت ہی جھگڑ چکا، تو جس (عذاب) سے ہمیں ڈراتا ہے اس کو لے ہی آ۔

حضرت نوح علیہ السلام جب ان سے تنگ آگئے تو ان سے فرمایا:

اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝ وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ [2]

خدا کو منظور ہوگا تو وہی عذاب کو بھی تم پر لا نازل کرے گا اور (پھر) تم (اسکو) ہرا (بھی) نہ سکو گے۔ اور میں تمہاری (کتنی ہی) خیرخواہی کرنی چاہوں، اگر خدا ہی کو تمہاری گمراہی منظور ہے تو میری نصیحت (کچھ بھی) تمہارے کام نہیں آسکتی۔

اس پر خدا نے بھی حضرت نوحؑ سے کہدیا کہ:

اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ [3]

تمہاری قوم میں جو ایمان لا چکے ہیں۔ ان کے سوا اب ہرگز کوئی ایمان نہیں لائے گا۔ تو جیسی جیسی بدکرداریاں یہ لوگ کرتے رہے ہیں۔ آپ اس پر غم نہ کریں۔

پھر فرمایا:

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ۝ [4]

(اب) آپ ہماری نگرانی میں اور ہمارے ایما کے مطابق ایک کشتی بنا چلو اور ان ظالموں کے بارے میں ہم سے کچھ عرض معروض نہ کرنا یہ لوگ ضرور غرق ہونگے۔

---

[1] پ ۱۲۔ ہود۔ ع ۳ [2] ایضاً [3] ایضاً ع ۴ [4] ایضاً

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اس کے بعد طوفانِ نوح کے وہ مراحل پیش آئے۔ جو کافی معروف و مشہور ہیں۔ بہرحال اس مختصر سے خاکے میں بہت سے باتیں ایسی ہیں جو اس وقت ہمارے اندر بھی ابھر رہی ہیں۔ اگر آپ لوگ ہوش میں نہ آئے اور ان کو کنٹرول نہ کیا تو پھر کون ہے جو اس قوم کو ان نتائجِ بد سے بچا سکے گا جو کارستانیوں کا قدرتی نتیجہ ہیں۔

مدینہ منورہ

عبدالرحمٰن عاجزؔ

آنکھوں میں لیے حسرتِ دیدارِ مدینہ
مر جائے نہ یونہی کہیں بیمارِ مدینہ

نکلے گی یونہی حسرتِ دیدارِ مدینہ
آنکھیں ہوں مری روزنِ دیوارِ مدینہ

سرشار چلے جاتے ہیں سرشارِ مدینہ
آنکھوں میں لیے حسرتِ دیدارِ مدینہ

طیبہ سے اٹھیں جھوم مخمور گھٹائیں
اور جام بکف ہو گئے مے خوارِ مدینہ

بھر آتا ہے دل، درد سا اٹھتا ہے جگر میں
سنتا ہوں میں جس وقت بھی اذکارِ مدینہ

سینے سے لگا لوں اسے آنکھوں میں چھپا لوں
جس کے لبِ خنداں پہ ہو گفتارِ مدینہ

پھر وجد میں آجاؤں میں جھوم اٹھے مرا دل
لا بادِ صبا لا کبھی اخبارِ مدینہ

دیتے ہیں دوائیں مجھے بیمار سمجھ کر
یہ کس کو خبر مجھ کو ہے آزارِ مدینہ

بسمل کی طرح پھر پئے تڑپنے کی تمنا
پھر خواب میں آجائے وہ دلدارِ مدینہ

ہے قربتِ محبوب پسِ مرگ بھی حاصل
اللہ رے خوش بختیٔ انصارِ مدینہ

ہم بھی ہوں کبھی تیری طرح بادیہ پیما
اے راہرو، اے راکبِ رہوارِ مدینہ

اس عاجزِ بے کس کو بھی ساتھ اپنے تو لے چل
محسن مرے، اے قافلہ سالارِ مدینہ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

چند عام کاروباری بیماریاں

انسان کو اپنا پیٹ پالنا، تن ڈھکنا اور بچوں کی پرورش کا بوجھ اٹھانا ہے اس لیے اس کو کاروبار کرنا پڑتا ہے۔ کاروبار ایک جائز ضرورت ہے۔ اگر جائز طریقے سے کیا جائے تو یہ عبادت بھی ہے۔ اگر ناجائز ہتھکنڈے استعمال کیے جائیں تو گناہ بھی ہے اور حرام بھی۔ اس لیے ہم ذیل میں چند ایک ان موٹی موٹی کاروباری بیماریوں اور مفاسد کا ذکر کریں گے جن سے عامہ خلائق غافل ہے۔

قسمیں کھانا | قسمیں کھانے سے غرض یہ ہوتی ہے کہ گاہک چیز خرید لے اور اس کی عموماً اس وقت ضرورت پڑتی ہے جب دال میں کالا ہوتا ہے۔ اس لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِیَّاکُمْ وَالْحَلْفَ فِی الْبَیْعِ فَاِنَّہٗ یُنَفِّقُ ثُمَّ یَمْحَقُ (ابن ماجہ عن ابی قتادۃ۔ کتاب البیوع)

اپنے بیع میں قسم کھانے سے بچو۔ کیونکہ پہلے تو مال چلتا ہے پھر اس کی برکت جاتی رہتی ہے۔"

صحیحین میں ہے الحلف منفقۃ للسلعۃ ممحقۃ للبرکۃ (ابوھریرہ)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ قیامت میں تین آدمیوں سے اللہ بات نہیں کرے گا نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ہی ان کو پاک کرے گا۔

..... وَالْمُنْفِقُ سِلْعَتَہٗ بِالْحَلِفِ الْکَاذِبِ (ابن ماجہ عن ابی ذر) (ایک وہ جو جھوٹی قسم کھا کر مال بیچتا ہے۔

یہ بیماری جتنی عام ہے وہ کسی سے بھی پوشیدہ نہیں ہے اور شرعاً اس کے جو بد نتائج ہیں وہ بھی اب

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

آپ کے سامنے ہیں۔ آمدنی میں نہ برکت ہے اور نہ ہی مالدار کو اطمینانِ قلب نصیب ہے اور نہ ہی ایسے مال کے ذریعے ان کو کارِ خیر کی توفیق ہوتی ہے۔ اگر کوئی کرتا بھی ہے تو وہ بھی خدا سے کاروبار کرنے یا اس کو سیاسی فوائد کے حصول کا ذریعہ بناتا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔

کچے باغ | یہ ایک عام وبا چل نکلی ہے کہ باغ ابھی کچے ہوتے ہیں اور ان کے سودے ہو جاتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُبْتَاعَ

(بخاری و مسلم عن ابن عمر)

حضور نے پھلوں کے پکنے سے پہلے اس کی خرید و فروخت سے منع فرمایا ہے۔ خریدنے اور بیچنے والے دونوں کو۔ حضرت انس کی روایت میں حَتّٰى يَبْدُوَ کے بجائے تَزْهُوَ آیا ہے۔ صحابی نے پوچھا کہ یہ زَهْوَ کیا ہے فرمایا: تَحْمَارُّ وَتَصْفَارُّ (بخاری و مسلم) (پھل پک کر) زرد یا سرخ ہو جائے۔

صَلَاحُهَا کا مطلب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا حَتّٰى تَذْهَبَ عَاهَتُهَا یہاں تک کہ نقصان کا اندیشہ نہ رہے۔

یہی حکم دوسرے کچے کھیتوں کا بھی ہے (ترمذی۔ ابو داؤد و صحیحین۔ انس) کہ آپ نے اس سے منع کیا ہے۔ کیونکہ کیا پتہ، آفات ناگہانی کا شکار ہو جائیں۔ پھر جھگڑا ہو گا یا خریدنے والا اجڑے گا۔ بہرحال کوئی بھی صورت ہو، بری ہے، ناجائز ہے۔ اس لیے شریعت نے یہ قانون بنا دیا ہے کہ اگر وہ پکنے سے پہلے تلف ہو جائیں تو اتنا وضع کر لیا جائے۔

بیعانہ | شریعت میں بیعانہ بھی ناجائز ہے۔ بیعانہ سودے کی ایک گونہ ضمانت ہوتی ہے۔ کوئی سودا لے لے تو وہ قیمت میں شمار ہو جاتا ہے۔ نہ لے تو ضبط کر لیا جاتا ہے۔

عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده قال: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْعُرْبَانِ (رواہ مالک) یعنی حضور نے عربان (بیعانہ) کی تجارت سے منع فرمایا ہے۔

قیمت بڑھا کر خریدنا | جہاں بولی ہوتی ہے، وہاں قیمت بڑھا کر چیز خریدنا جائز ہے لیکن یوں کرنا

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کہ ایک کے ساتھ سودا ہو گیا ہے، دوسرا اُٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں سے پچاس روپے لیے ہیں میں اس کے ساٹھ دیتا ہوں۔ لہٰذا اس کو نہ دے، مجھے دے۔ ناجائز ہے۔

نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن النجش (بخاری مسلم عن ابن عمر)

آپ نے قیمت بڑھانے سے منع فرمایا ہے۔

آڑھت میں جو بولی ہوتی ہے یا چار آدمی جمع ہو کر کوئی چیز خریدتے ہیں، جب تک بیچنے والا کسی کی بولی پر سودا ختم نہ کرے قیمت بڑھائی جا سکتی ہے۔ ناجائز صورت صرف وہ ہے جہاں بات طے ہو جائے، پھر جا کر دوسرا اس کو گمراہ کرے۔

بخش کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ خریدنے والے کی راہ مارے اور کہے کہ، اس سے نہ لے میں تمھیں اس سے بھی اچھی چیز دیتا ہوں۔ بہرحال یہ دونوں بیماریاں عام ہیں۔

انجان کو دھوکا دینا ہوشیار لوگ سادہ لوح انسانوں کی تلاش میں رہتے ہیں اور چرب زبانی کے ذریعے ان کو گھیر لیتے ہیں اور حسب منشا ان کے ہاتھ چیز بیچ دیتے ہیں۔ یہ طریقہ بالکل ناجائز ہے ایسے سادہ لوح لوگوں کو حضور نے یہ سبق پڑھایا ہے کہ ایسے موقع پر یوں کہا کرو۔

لَاخِلَابَۃَ (بخاری۔ مسلم عن ابن عمر) دھوکہ والی بات نہیں۔

اس سے مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی انسان کو ٹھگ لے تو اس کو بعد میں اختیار رہتا ہے۔ چاہے تو سودا لوٹا سکتا ہے۔

نقد اور ادھار پر مختلف بھاؤ جو گاہک نقد سودا خریدتا ہے اس سے کم قیمت لیتے ہیں اور جو شخص ادھار لیتا ہے۔ اس سے زیادہ پیسے چارج کرتے ہیں۔ یہ بھی منع ہے۔ ارشاد ہے۔

دعوا الربوا والریبۃ (دارمی و ابن ماجہ عن عمرؓ)

"ربوا بھی چھوڑ دو اور ریبہ بھی۔"

ربٰو سود کو کہتے ہیں اور ریبہ وہ منفعت ہے، جس کے جائز ہونے کی شرعی حیثیت مشتبہ ہو ویسے بھی ایک انسان کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اُٹھانے کی یہ ایک بدترین مثال ہے۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

"محدّث" معاصِرین کی نظر میں

(ماھنامہ "فکر ونظر" - اسلام آباد - جنوری سنہ ۱۹۷۲ء)

جماعتِ اہل حدیث کی مجلس التحقیق الاسلامی کا یہ پہلا شمارہ ہمیں برائے تبصرہ موصول ہوا ہے اداریہ عزیز زبیدی نے لکھا ہے جس کا موضوع ہے: "مسلک اہل حدیث کا ماضی اور حال"۔ یہاں ضمناً اتنا بتا دینا مفید رہے گا کہ جماعت اہل الحدیث خود کو صرف قال اللہ اور قال الرسول ؐ کا پابند سمجھتی ہے۔ اس کا نعرہ ہے: "الدّاین قال اللہ وقال رسولہ"۔

وہ اپنی تاویل کے مطابق سنت پر کاربند رہنا ہی دین خیال کرتے ہیں بقول شاعر ؎

اهل الحديث عصابة نبويّة

ترضى بقول المصطفىٰ وبفعله

یہ وہی جماعت ہے جس کی مساعی سے برصغیر پاک و ہند میں قرآن و حدیث کی تعلیم کے مراکز کھلے دشمنانِ اسلام کے خلاف جہاد کا احیاء ہوا۔ اور فقہ جامد پر قائم رہنے والوں سے مناظرے اور مباحثے ہونے لگے، اور عوام پر یہ انکشاف ہونے لگا کہ دین براہِ راست قرآن وسنت سے لیا جاتا ہے اور فقہی قوانین میں مسلسل تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اس مختصر سی تمہید کے بعد ہم سرسری طور پر اس اداریہ کا جائزہ لیتے ہیں:

اداریہ شروع ہوتا ہے اور اس کا پہلا جملہ یہ ہے:

"سلف صالحین "جماعت" تو ضرور تھے لیکن ہماری طرح ان کو تنظیم کی ضرورت نہیں تھی"

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا وہ سلف صالحین فرشتہ تھے؟ کیا وہ احکامِ الٰہی اور سنت نبی ؐ کی پیروی سے چھٹی پا چکے تھے، قرآن مجید اور سنتِ نبوی تو جماعتی نظام اور تنظیم کی بار بار تاکید کرے اور جماعت کے لیے شوریٰ اور امیر کے حکم کی پابندی پر زور دے اور اصولوں پر پختگی سے قائم رہنے پر اصرار کرے لیکن ان حضرات کو تنظیم کی ضرورت نہ ہو؟

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

بھلا جماعت تنظیم سے خالی بھی ہوسکتی ہے اور جماعت بھی ان لوگوں کی جو رسول اللہؐ کے اسوہ کی اقتداء کرتی تھی، ایک راستہ پر ایک رُخ کرتے ہوئے چلتی تھی، "من شذ شذ فی النار" سے ڈرتی تھی، "اعتصام بحبل اللہ" کا مصداق تھی، جو ہر وقت دشمنوں کے افساد و کید سے چوکنا رہتی اور "الصلوٰۃ جامعۃ" کے اعلان پر شوریٰ کے لیے جمع ہو جاتی حسبِ استطاعت اپنی ذمہ داریوں کو بجالاتی، صلوٰۃ و زکوٰۃ و حج کو اجتماعی صورت میں ادا کرتی کیا یہ سب باتیں علانیہ شاہد نہیں کہ سلف صالحین جماعت کی تنظیم کے حقائق و اسرار سے واقف تھے اور جماعت کے نظام میں، کسی قسم کا خلل گوارا نہ کرتے تھے، وہ نظم برقرار رکھنے کے لیے سعی و عمل کرتے تھے اور "قدرتی تنظیم" پر تن بہ تقدیر نہ تھے؟؟

اس کے بعد اداریہ کا دوسرا پیرا یوں شروع ہوتا ہے:

اسلاف کے پاس "فکرِ مربوط، وحدتِ عمل اور احساس بصیر" کی دولت وافر تھی اس لیے وہ سرگرم عمل بھی تھے اور تسبیح کے دانوں کی طرح منظم بھی"

ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہیے؟ کیا "فکرِ مربوط" میں لفظ "مربوط" تنظیم کی غمازی نہیں کرتا؟ اور کیا "وحدتِ عمل" تنظیم سے خالی ہوسکتی ہے؟ پھر "تسبیح کے دانوں کی طرح منظم" جماعت کا تنظیم سے خالی ہونا ممکن ہے؟ ایں چہ بوالعجبی است!؟

صفحہ ۲ پر "کتاب و سنت کی غلامی" نئی اصطلاح ہے جو نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں۔ اب تک تو جماعت اہل حدیث کے معتمد علیہ علماء غلام نبی، غلام رسول، غلام محمد، غلام احمد ناموں کو اسلام کی روح کے منافی قرار دیتے تھے اور ایسے نام بدل کر غلام اللہ کر دیا کرتے تھے، اس لیے کہ غلامی (عبادت) صرف اللہ کی ہوتی ہے۔ کتاب پر ایمان ہوتا ہے اور اس کے کام کا اتباع کیا جاتا ہے۔ صفحہ ۲ پر ایک پیرے میں لکھا گیا ہے:

"مسلمان صرف "مسلم" ہے تمام شخصی نسبتوں سے بالاتر اور کتاب و سنت کی غلامی کے لیے یکسو ہے لیکن اس کے بجائے جب دوسری شخصی نسبتوں نے سر اٹھایا، اور حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، اشعری، ماتریدی، چشتی، قادری، سہروردی، نقشبندی کہلانے لگے تو اہل حدیث نے سلفی اور محمدی کہلا کر دنیا کو عار دلائی..... الخ"

یہ عبارت حیرت انگیز تناقض و تضاد کا مرکب ہے ہم اس منطق کو سمجھنے سے قاصر ہیں کہ اہل حدیث نے

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اپنے آپ کو سلفی اور محمدی اس وقت کہا جب دوسروں نے اپنے آپ کو حنفی، شافعی وغیرہ کہا، ایک ہی سانس میں خود کو تمام شخصی نسبتوں سے بالاتر بتانے کے بعد پھر اسی سانس میں خود کو محمدی اور سلفی بھی کہہ ڈالا، کون نہیں جانتا کہ سلفی کہلانے اور شافعی، حنفی وغیرہ میں سے کوئی نسبت اختیار کر لینے میں کوئی فرق نہیں، امام ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ وغیرہم سب ہی ہمارے سلف صالحین میں تھے۔ اور تنہا سلفی کی نسبت قبول کرنے سے تمام ائمہ وسلف صالحین کی عقیدت کا طوقِ شخصیات مجموعی طور پہ اپنے گلے میں ڈال لیا جاتا ہے۔ بہتر یہ ہوتا کہ وہ اپنے سلفی یا محمدی کہلانے کی نسبت کو برحق قرار دینے کے لیے قرآن وحدیث سے نص لاتے۔

بعد ازاں حدیث "لا تزال طائفة من امتی ظاهرین علی الحق" کا مصداق اہل حدیث کو بتایا گیا ہے اور اس ضمن میں "طائفة" کی دور از کار لفظی بحث کی گئی ہے جو غور سے دیکھا جائے تو خود جماعتِ اہل حدیث کے حق میں نہیں جاتی، ہمارے خیال میں جماعتوں کو دعاوی سے گریز کر کے مصلحتِ عوام اور انسانیت کے مفاد کے لیے زیادہ سے زیادہ کام کرنا چاہیے، عمل صالح سے اپنی عظمت وافادیت کا سکہ بٹھانا چاہیے، قرآن مجید کا صاف اعلان ہے:

لیس بامانیکم ولا امانی اهل الکتب، من یعمل سوءً یجز به .....

"اغنیاء پر مساکین وغرباء کی ذمہ داری" سے متعلق مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری نے مفید احادیث وآثار جمع کر دیے ہیں۔ حافظ نذر احمد صاحب کا "طلبِ نبوی" بھی فائدہ سے خالی نہیں، گو ان کے بعض خیالات سے ہمیں اتفاق نہیں۔

اس رسالہ کی مجلس تحریر میں متعدد علماء کے علاوہ حافظ ثناء اللہ اور مولانا عبدالسلام مدینہ یونیورسٹی کے فضلاء بھی شامل ہیں۔ ہماری درخواست ہے کہ ملک وقوم کے بنیادی مسائل پر قلم اٹھائیں اور جماعت اہل حدیث کو تحقیق واجتہاد کی دعوت دے کر ان کی ٹھوس خدمت کرنے کی طرف متوجہ ہوں، اللہ ہم سب کو کتاب اللہ پر اسوۂ رسول کے مطابق عمل کی توفیق عطا فرمائے ـــــ آمین!

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

بات جتنی سادہ ہے، آپ نے اتنی تبنگڑ بنا دی

مولانا عزیز زبیدی

معزز معاصر "فکر و نظر" کا مندرجہ بالا تبصرہ، زیر نظر اداریہ کے مندرجات سے کم تعلق رکھتا ہے، زیادہ تر اس کا تعلق اپنے مفروضات سے ہے۔ اس لیے تفصیلی جواب سے پہلے ہم قارئین سے درخواست کریں گے کہ ہمارے اداریہ کو آپ ایک بار اور پڑھ لیں، آپ کو اندازہ ہو جائے گا، کہ بات جتنی سادہ ہے، اتنا اس کو تبنگڑ کیوں بنا دیا؟ (ملاحظہ ہو "محدث" دسمبر ۷۲ء ص ۲ تا ۹)

معزز معاصر کے تبصرہ کا حاصل یہ ہے۔

۱۔ ہمارا یہ نظریہ غلط ہے کہ "سلف صالحین" جماعت تو تھے مگر ان کو تنظیم کی ضرورت نہیں تھی، بلکہ تھی اور جتنے ارکان دین ہیں وہ اس پر شاہد ہیں کہ ان کی پشت پر تنظیم تھی۔

۲۔ دوسری یہ کہ ہم نے اسلاف کو "فکر مربوط" "وحدت عملی" اور "احساس بصیر" کا حامل کہہ کر اپنے نظریہ کی تردید کر دی ہے کہ تنظیم نہیں تھی گویا کہ بیان میں تضاد ہے۔

۳۔ "کتاب و سنت کی غلامی" کی اصطلاح مسلک اہلحدیث کے مخالف ہے کیونکہ وہ "اللہ کی غلامی کے سوا باقی ہر غلامی کو روح اسلام کے منافی تصور کرتا ہے۔

۴۔ حنفی، شافعی جیسی نسبتوں سے جان چھڑائی گر چھوٹی پھر بھی نہیں کیونکہ سلفی کے معنی بھی وہی ہیں جو ایک شافعی اور حنفی کملانے کے ہیں کیونکہ سنت بھی تو اشخاص ہی تھے۔

۵۔ حدیث "لا تزال طائفة من امتی" کا مصداق اہلحدیثوں کو بتانا صحیح نہیں ہے، معاصر کے نزدیک یہ ایک دعا ہے اور جماعتوں کو دعاوی سے پرہیز کرنا چاہیے، دعووں سے نہیں عمل صالح سے اپنی عظمت کا ثبوت مہیا کرنا چاہیے، گویا کہ اب کے ہمیں معاصر نے "وعظ شریف" فرمایا ہے۔

نمبر وار جتنے اعتراض آپ کے سامنے رکھے گئے ہیں، اگر ان کو اداریہ کے سیاق میں رکھ کر پڑھا جائے تو اعتراض کی صورت ہی پیدا نہیں ہوتی، ہاں وہاں سے اچک کر ان کا مشاہدہ کیا جائے تو یہ صرف اعتراض

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ہی نہیں بہت بڑی کافری بھی ہو گی ۔ اسی لیے ہم مکرر عرض کریں گے کہ قارئین اداریہ کو خود ایک دفعہ اور مزید پڑھ لیں" ایک پنجابی کے محاورے کے مطابق " سو گلاں دی گل جے اک "

اب آپ تفصیلی مگر مختصر لفظوں میں نمبر داران کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

ع۱: ہم نے قطعاً یہ نہیں لکھا کہ اسلاف کو تنظیم کی مطلقاً ضرورت نہیں تھی یا ان میں تنظیم ہی نہیں تھی، بلکہ ہم نے یہ کہا تھا کہ ہماری طرح انکو تنظیم کی ضرورت نہیں تھی۔ (ملاحظہ ہو "محدث" دسمبر ص۳ سطر ۱)

"ہماری طرح" پر غور فرمائیں گے تو اعتراض باقی نہیں رہے گا، کیونکہ آج کل جماعت سازی کے لیے بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ اس میں شخصی اور گروہی مصالح، اغراض اور تکلفات کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ بہرحال اسلاف کی تنظیم "قدرتی" تھی، مصنوعی نہیں تھی۔ ان کی جماعت، جماعت سازی کی مہم کی رہین منت نہیں تھی۔ اس لیے ہم نے اسے "قدرتی تنظیم" سے تعبیر کیا ہے (ملاحظہ ہو محدث ص۳ سطر ۵)

ع۲: اس میں بھی تضاد نہیں ہے بلکہ اس "قدرتی تنظیم" کا ذکر ہے جس کا ع۱ میں ذکر کیا گیا ہے۔

ع۳: ہمارے نزدیک کتاب اللہ کی طرح "سنت رسول اللہ" بھی وحی الٰہی ہے۔ وہ "وحی متلو" ہے اور یہ "وحی غیر متلو" ۔ وحی الٰہی "منشا الٰہی" کی ایک تعبیر ہے، جس کی غلامی ہمیں مطلوب ہے۔ لیکن معاصر فکر و نظر کو اس سے صرف اس لیے وحشت ہوئی ہے کہ" ادارہ فکر و نظر کو" حدیث اور سنت رسولؐ کے سلسلہ میں شرح صدر حاصل نہیں ہے" اگر یہ کہا جائے کہ اعتراض ع۳ کا محرک بھی یہی انقباض ہے تو اس میں مبالغہ نہیں ہوگا، آپ بھی اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھنے کی کوشش فرمائیں۔ امید ہے آپ بھی ہم سے اتفاق ہی کرینگے

ع۴: سلفی والا اعتراض بھی خوب ہے، شاید موصوف "سلفی" کا مفہوم نہیں سمجھتے، ورنہ "سلفی" کو "حنفی شافعی" کے مترادف بالکل نہ قرار دیتے۔

ہمارے نزدیک سلفی سے مراد "علی سبیل البدلیۃ افرادِ اسلاف کی اتباع نہیں ہے بلکہ وہ جذبۂ اصول اور وطیرہ ہے جس میں کتاب و سنت کی پیروی کے لیے کسی "غیر نبی" کی وساطت کو شرط اور وجہ کشش کا درجہ حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا اصل محرک قرآن حکیم اور اسوۂ حسنہ کی ذاتی کشش ہوتی ہے کسی غیر مجوزہ فلسفہ اور حکمت کی سفارش نہیں ہوتی۔ اس انداز نظر کو قرآن نے " اتبع سبیل من اناب

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

الیؔ "(پ ۲۱ : لقمان ع ۲) سے تعبیر کیا ہے۔ اور "قید وساطت" کو قرآن حکیم نے "غیر سبیل المومنین۔ پ ۵ : النساء ع ۱۷) کے نام سے ذکر فرمایا ہے۔ ہاں کسی غیر نبی کی تشریح اور توضیح سے استفادہ کرنا اور بات ہے۔ اس کے شخصی افکار کو "دین" سمجھنا دوسری بات ہے۔ پس اس فرق کو ملحوظ رکھنے کے بعد، ذہنی الجھن کو دور ہو جانا چاہیے، اسے نباہنا نہیں چاہیے کیونکہ بات دین کی ہے مناظرہ کی نہیں ہے۔

۵ حدیث "لا تزال طائفۃ" کا مصداق اہلحدیث کو قرار دینے کو فرقہ پرستی یا دعاوی سے تعبیر کرنا ادا پیکی نافہمی کی علامت ہے ہم نے اہلحدیث کو بطور ایک فرقہ کے نہیں، بلکہ ایک تحریک ایک نظریہ اور ایک روح کے طور پر حسب حال مختلف ادوار میں مختلف مناظر کے اندر جاری وساری دکھایا ہے اور "لا تزال طائفۃ من امتی" کے الفاظ سے اس کو تعبیر کیا ہے یہ تحریک ایک اصلاحی تحریک ہے فریق نہیں ہے لیکن یہ اس امر کی مدعی ہے کہ :۔ اس امت کے آخری طبقہ کی اصلاح صرف انہی چیزوں سے ممکن ہے جن سے طبقہ اولیٰ کی اصلاح ہوئی تھی، ایک اور روایت کے مطابق فرمایا :۔ اس امت کے آخری طبقہ کی فلاح و کامیابی صرف انھی طریقوں سے ہو سکے گی جن سے اس کے پہلے طبقہ کو فلاح نصیب ہوئی تھی۔" (امام مالک۔) پس اسی ذوق و فراست کی بناء پر وُہ "سنّتِ رسول" کے احیاء پر مصر ہے۔

یہ وُہ امتیازی بات ہے جو دوسرے تمام مروج نظامہائے اصلاح سے بالکل مختلف ہے کیونکہ یہ تحریک حتی الوسع پہلے انہی ذرائع اور طریق کار کی طرف رجوع کرتی ہے اور عہدِ رسالت جو خلفائے راشدین کے مبارک دور میں اختیار کیے گئے تھے اور انکے برعکس اصلاح حال کے لیے ہر جدت طرازی کو بدعت اور رسمِ جاہلیت تصور کرتی ہے الّا یہ کہ وہ کوئی مادی ذریعہ ہو اور اب اس سے بڑھ کر اور کوئی سائنٹیفک ذریعہ ہاتھ آ گیا ہو، جیسے تیر وسناں کی جگہ اب ایٹمی توانائیوں کا استعمال ہے۔ بہرحال یہ تحریک دنیا میں فریق بننے کے بجائے جسم میں ایک روح کی طرح دنیا کی روحانی صحت اور زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے اس کے جسم میں جاری وساری اور متحرک رہتی ہے اس سے صرف وُہ لوگ بدکتے ہیں جو قلب و نگاہ کے عتبار سے بیمار ہوتے ہیں جیسے دوا سے جسمانی بیمار ایک گونہ کوفت محسوس کرتا ہے۔

باقی رہا جناب کا یہ "وعظ شریف" کہ عمل صالح سے اپنی عظمت کا سکہ بٹھائیں ہم آپ کے شکر گزار ہیں مگر افسوس! یہ کوئی متنازعہ فیہ بات نہیں تھی جس کی طرف ہمیں توجہ دلائی ہے۔ کیونکہ اس لحاظ سے ہم سب، آپ کے سمیت، اسی ایک ہی کشتی میں سوار ہیں۔ خدا ہم سب کو اس کی توفیق دے۔ آمین۔

Regd. No. L. 7895 Telephone : 80550

Monthly **MUHADDIS** Lahore-16

Islamic Research Council

Vol : 2 | FEBRUARY 1972 | No. 2

ہر قسم کے سٹیم پائپ ، پائپ فٹنگز اور سٹیم والو وغیرہ

نہایت معیاری اور ارزاں خریدنے کیلئے

میسرز۔ حافظ عبدالوحید اینڈ برادرز

برانڈرتھ روڈ (رام گلی نمبر ۲) لاہور

سے رابطہ قائم کریں

ٹیلیفون گھر- ۸۲۲۹۷

ٹیلیفون دفتر ۵۲۸۶۲

—— سٹاکسٹ اور جنرل آرڈر سپلائرز ——

جی آئی ایم ایس (سیم لیس پائپ) پائپ فٹنگز اور ولایتی و دیسی والوز وغیرہ

ماہنامہ **مُحدّث** لاہور

ذیلی دفتر	صدر دفتر
حافظ عبدالوحید اینڈ برادرز	مدرسہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)
رام گلی نمبر ۲ - لاہور	گارڈن ٹاؤن - لاہور ۱۶

بیرونِ ملک		معاونین سے	
شرقِ اوسط :	۱- پونڈ، ۵ شلنگ	زرِ سالانہ	۱۰ روپے
مغربی ممالک :	۱- پونڈ، ۱۰ شلنگ	فی پرچہ	۹۰ پیسے

فون نمبر ۸۲۲۹۷

فون نمبر ۵۲۸۶۲

سرورق مطبوعہ نشاط آرٹ پریس لمیٹڈ لاہور